Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
July 16, 2025

A Critical Appreciation of Rahman Abbas's *Zindeeq*:
Ideology, Narrative Style, and Cultural Discourse

رحمٰن عباس کے ناول 'زندیق' کی تنقیدی تحسین

Dr. Nabeel Ahmad
Associate Professor
Division of Islamic and Oriental Learning
University of Education, Lower Mall Campus
Lahore, Pakistan.
Email: nabeel.ahmed@ue.edu.pk

Ali Imran
PhD Scholar in Urdu
Division of Islamic and Oriental Learning
University of Education, Lower Mall Campus
Lahore, Pakistan.
Email: Aliimran.urdu@gmail.com

Abstract:

Rehman Abbas is counted among those writers who rose to prominence during the second decade of the twenty-first century, especially after being awarded the Sahitya Akademi Award. His novel *Zindeeq* became the subject of a critical article in which his ideological approach has been closely examined—an approach that not only informed the writing of *Zindeeq*, but also shaped several of his other works.Rehman Abbas writes with a particular ideological lens, one that aligns with the vision of Hindutva or the RSS (Rashtriya Swayamsevak Sangh)—an ideology that envisions India solely as a homeland for Hindus. In such a vision, Brahminical supremacy prevails, with Brahmin Hindus enjoying absolute authority and political control, while followers of other religions are expected to convert to Hinduism and live under the Brahminical hierarchy. This ideological construct imagines a 'Hindu Kingdom,' a monocultural society with a singular religious identity, a singular flag,

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

and unchallenged Brahmin dominance.It is this very ideology that underpins the narrative architecture of *Zindeeq*. The author appears, at times, as a promoter—if not a mere reflector—of the Hindutva worldview. Rehman Abbas has composed this sprawling and thematically dense novel in a style reminiscent of the Biblical narrative. The novel delves into themes such as sexuality, sexual freedom, sex itself, and LGBTQ identities. It also engages with Indian politics reminiscent of the BJP-era discourse and attempts to portray love as a central motif within its vast textual landscape.One of the central characters in the novel, Sanāullah, is modeled upon the modern Urdu poet Meeraji, and in fact, *Zindeeq* incorporates or references several of Meeraji's poems as intertextual elements.This critical article makes a rigorous attempt to explore and illuminate the many dimensions of the novel. It also scrutinizes the author's artistic ability, evaluating his command over his craft—a mastery that appears to be the result of deep literary discipline and creative perseverance.

Keywords: Literature, Novel, Ideology, Rahman Abbas, Zindeeq, Politics, Love, Romanticism, Style, Allusion, Bible, Sanaullah, Meeraji, Ganga-Jamuni Culture, Urdu, Shared Culture, Hindu, Muslim Characters, Imagination, Reality, Religion, Minority, The Call of the Sea.

ادب کیا ہے؟ادب کسی بھی دور، زمانے، علاقے اور لوگوں کے معاملات، رسوم، عقائد، نظریاتِ زیست اور ہر طرزِ زیست اور معاملۂ ہستی کی تخلیقی صورت کی ایک جھلک کہا جا سکتا ہے۔ادب سماج کا ایسا آئینہ ہے جو ایک انسان کو اُس کے حال کے بارے میں حقیقت سے آگاہ رکھنے سے عبارت ہو سکتا ہے اور مستقبل کے بارے میں پیش گوئی کرتا ہے۔ادب خواہ کسی بھی صنف میں ظہور پذیر ہو، خواہ یہ اشعار کی صورت میں موج زن ہو یا پھر الفاظ ' گنجینۂ معنی کا طلسم ' بکھیرتی نثر کی صورت میں موجود ہوں یا پھر مصوری، رقص اور سنگیت کے شاہکاروں کی صورت میں مفاہیم و مطالب آشکار کریں۔ ادب، ادب ہے۔کہانی ادب کی ایک دل پذیر صورت ہے۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

ادب انسانی ذہن کو اپنی صلاحیتوں کی ارفع و اعلیٰ سطح پر بیان کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہے۔ادب اپنی بہترین صورت میں اشیا و مظاہر کو آسان نہیں بناتا بلکہ یہ انسانی افکار اور احساسات کو اس حد وسیع کرتا ہے کہ جہاں انسانی ذہن پیچیدگیوں کی بھی بہتر انداز سے فہم حاصل کر سکیں۔ باوجود اس کے کہ جو بھی کچھ پڑھ رہے ہیں، اس سے مکمل طور پر متفق نہ بھی ہوں کیوں کہ ادب انسانی زندگی کو ایسے طریقوں سے مالا مال کرتا ہے جو کوئی اور چیز نہیں کر سکتی۔ادب ہمیں انسانیت کی اعلیٰ ترین سطح پر لے جا سکتا ہے۔ادب انسان کو انسانیت کی ارفع ترین سطح پر لے جاتا ہے اور ہم ادب کو جس قدر بہتر پڑھنا سیکھیں، ادب اتنا ہی انسان کے بہتر نتائج کا باعث بنے گا۔ جیسا کہ ایمائل زولا اور چارلس ڈکنز کے ناول پڑھنے سے ایک نوعیت کی مسرت حاصل ہوتی ہے اور ان کے ناولوں کو دوبارہ پڑھنے سے حیرت اور خوشی ہوتی ہے۔ادب انسانوں کو حیرت کے ساتھ ساتھ حظ کشید کرنے کے بھی مواقع فراہم کرتا ہے۔ اگرچہ بعض لوگ افلاطون کے نظریۂ ادب کے بھی مقلد ہیں اور ادب کو انسانوں کے لیے موزوں قرار نہیں دیتے، اُن کا نقطۂ نظر کچھ اس طرح کا ہے کہ ادب انسان کو حقیقی زندگی سے پرے لے جاتا ہے۔ادب ہمیں حقیقت سے کاٹ کر متخیلہ کی دُنیا میں لے جاتا ہے۔ یہ جھوٹ کا کام آسان بناتا ہے۔ یہ جھوٹ کا کام کرتا ہے۔ خوب صورت جھوٹ، یہ سچ ہے، لیکن اِسی وجہ سے اور بھی زیادہ خطرناک۔ اگر ایک انسان افلاطون سے اتفاق کرتا ہے تو عظیم ادب سے متاثر ہونے والے جذبات اُس انسان کی واضح سوچ کو دُھندلا کرتے دیتے ہیں۔ ایک ایسا انسان جس نے چارکس ڈکنز کو پڑھا ہے اور وہ اُس کے تراشے ہوئے ایک فرشتہ صفت کردار ننھی نیل کی موت کی تفصیل پڑھنے کے بعد اپنی آنکھوں کو آنسوؤں سے بھیگنے سے کیوں کر روک سکتا ہے؟ چارلس ڈکنز کو پڑھنے کے بعد ایک انسان بچوں کے تعلیمی مسائل پر سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر سکتا ہے۔(۱)

ادب کیا ہے؟ یہ ایک مشکل سوال ہے۔ اس سوال کا زیادہ موئثر اور تسلی بخش جواب خود ادب کو پڑھ کر ہی میسر آتا ہے۔ ناول بھی ادب ہی کا ذریعہ اور ادب ہی کی ایک اہم صنف ہے، جس کے ذریعے کسی ایک عہد یا کئی ایک ادوار کو کئی ایک طریقوں سے موضوعِ سخن بنایا جا سکتا ہے۔ ناول میں کئی ایک تکنیکس بروئے کار لائی جاتی ہیں اور ناول نگار اپنے بیانیے کی تشکیل بھی کرتا ہے اور جس طرح کی آئیڈیولوجی کو چاہے، ادب کے قارئین تک پہنچا بھی سکتا ہے اور اُن کی ذہن سازی کا کام بھی انجام دے سکتا ہے۔ کہانی میٹر کرتی ہے۔ کہانی کے ذریعے سچ کو جھوٹ کا لبادہ پہنا کر منظرِ عام پر لایا جا سکتا ہے اور کسی نظریے یا مخصوص سوچ کو عام قاری تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ رحمٰن عباس بھی اپنے ناول سے اِسی طرح کا کام لیتے ہیں اور وہ اپنے مخصوص

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

ایجنڈے کو 'پروموٹ' بھی کرتے ہیں اور ہندتوا کی مخصوص سوچ کو پروان چڑھانے کے لیے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا کر پیش کرنے کا ملکہ بھی رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اُنھوں اپنے ناول ''زندیق'' میں ریاستِ پاکستان کے خلاف ایک بیانیہ تشکیل دینے کی سعی کی ہے۔ زمانۂ قدیم میں داستان گوئی وقت گزاری کا ذریعہ تھا اور ایک فن بھی مگر ناول نگاری کے ذریعے اب وقت گزاری، حیرت، مسرت سے ہٹ کر مخصوص قسم کی آئیڈیولوجی کو تشکیل بھی دیا جاتا ہے اور ایک مخصوص بیانیہ بنا کر لوگوں کی فکر کو پراگندہ بھی کیا جاتا ہے اور بین السطور مفاہیم کو بھی قاری تک پہنچایا جاتا ہے تو گویا یہ سہولت کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ناول محض وقت گزاری کے لیے نہیں لکھا جاتا بلکہ قارئین کی ذہن سازی بھی ناول کا ایک ادّعا ہے۔ ناولوں میں بھی کہانی میٹر کرتی ہے اور کہانی کی انسانی زندگی میں بڑی اہمیت ہے۔ برصغیر کی سماجی زندگی کی فضا داستانوں اور کہانیوں کے لیے ہمیشہ سازگار اور معنی خیز رہی ہے۔ ایسی کہانیوں میں رحمٰن عباس کے ناول ''زندیق'' کی کہانی بھی خالی از مفہوم نہیں ہے۔ ''زندیق'' میں کئی ایک فرضی واقعات کو متخیلہ کے زور پر حقیقت بنانے کی سعی کی گئی ہے اور ہندتوا کے ایجنڈے کو فروغ دیا گیا ہے۔ داستانوں کی طرح ناول میں بھی تخیل کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ داستوں کی کہانیوں کا بنیادی موضوع بھی انسان ہی تھا اور رحمٰن عباس کے ناول ''زندیق'' کا بنیادی موضوع بھی انسان ہی ہے مگر یہاں معاملہ کچھ نوعیت کا حامل ہے۔ یہاں ریاستِ پاکستان کے خلاف اور عالمِ اسلام کے خلاف ایک مخصوص ایجنڈے کو بین السطور پیش کیا گیا ہے، جس کے ذریعے تمام پاکستانیوں کو دہشت گرد قرار دینے کی کوشش کر کے، ان کی تحقیر اور تذلیل کرنے کی ایک بے جا کوشش کی گئی ہے۔ جیسا کہ داستوں میں کہانی بہت زیادہ میٹر کرتی تھی، عصرِ حاضر میں ناولوں میں کہانی کی اہمیت اور زیادہ مسلمہ حیثیت کی حامل ہو گئی ہے، خیر داستان میں کہانی کی کیا اہمیت تھی؟ اس ضمن میں سید وقار عظیم اپنی کتاب **''داستان سے افسانے تک''** میں لکھتے ہیں:

> ''کہانی ماضی میں انسانوں کی دلچسپی کا ایک مشغلہ رہی ہے اور کہانی کا زمانۂ حال کے انسانوں سے بھی دلچسپی ہی کا تعلق ہے۔ کہانی انسان کے اُن کارناموں اور فتوحات کی روداد ہے، جس میں اس نے اپنے ماحول اور معاشرے کی کسی متحارب و متصادم قوت کے مقابل آکر فتح حاصل کی ہو۔ کہانی انسان کے احساسِ برتری اور جیت کی تسکین اور طمانیتِ قلب کا ذریعہ ہے۔ کہانی کا حقائق کے ساتھ تعلق ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی۔ کہانی میں انسانی متخیلہ کی کارفرمائی بھی ہوتی ہے اور حقائق سے دُور تخیل، تصور اور رومان کے ایک جہانِ تازہ کی تصویر بھی ہو سکتی ہے اور کہانی میں انسانی زیست کا کوئی نہ کوئی حقیقی واقعہ یا کوئی صورتِ حال بھی لائی جا سکتی ہے۔ کہانی کے ساتھ اسی طرح کے تصورات منسلک ہیں اور اسی طرح کے بنیادی تصورات برصغیر کی داستانوں کے

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

ساتھ بھی ارتباط و انسلاک رکھتے ہیں جب کہ ناول اور افسانہ اگرچہ مغربی ادبیات کے توسط سے برِ صغیر کے ادبیات میں داخل ہونے والی اصناف ہیں، لیکن مذکورہ اصناف میں بھی کہانی کا عنصر بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ کہانی کے ذریعے انسانی ذہن و فکر کی سمت نمائی کا کام بھی لیا جاتا ہے اور معاشرتی حقائق کو بھی تخیل کی آمیزش کے ساتھ مذکورہ اصناف کا جزو بنایا جاتا ہے اور مختلف بیانیے بھی تشکیل دیے جاتے ہیں۔" (۲)

برطانوی نوآبادیاتی سامراجی نظام نے جب برِصغیر میں پوری طرح اپنے قدم جما لیے اور پوری طرح اپنا تسلط قائم کر لیا، پھر اس کے بعد اردو افسانوی ادب اور برِصغیر کی متعدد زبانوں میں لکھی جانے والی کہانیوں پر انگریزی اور مغربی فکشن کے اثرات مقامی ادبی منظر نامے پر مرتب ہونا شروع ہو گئے ، نتیجتاً برِصغیر کی متعدد زبانوں کے ادبیات میں مغربی فکشن کے اثرات کی کارفرمائی عمل میں آنا شروع ہو گئی اور متعدد نئی اصناف مغربی ادبیات سے برِصغیر کی متعدد زبانوں کے ادب کا حصہ بننا شروع ہو گئیں۔ ناول انھی اصناف میں سے ایک ہے۔ ناول کے بارے میں ابو سعید نور الدین کا نقطۂ نظر ہے:

"فن کے لحاظ سے ناول اس طویل قصے کو کہتے ہیں جس میں زندگی کے کئی ایک اندرونی اور بیرونی معاملات اور پیچیدگیوں، انسانی نفسیات کی کئی ایک گرہوں اور پرتوں کو کھولا گیا ہو اور معاشرے کی کئی ایک جہات اور کئی ایک پہلوؤں کو بروئے کار لایا گیا ہو اور زندگی کے کئی ایک شیڈز پورٹرے کیے گئے ہوں! ناول میں ناول نگار کی زبان و بیان پر دسترس بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔"(۳)

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اپنی تصنیف **"اردو کی ادبی تاریخ کا خاکہ"** میں ارقام ہیں:

"ناول سے مراد سادہ زبان میں ایسی کہانی ہے جس میں انسانی زندگی کے غیر معمولی واقعات، انسان کی اندرونی کشمکش، بیرونی توڑ پھوڑ اور غیر معمولی انسانی کارنامے اور انسان کو درپیش سماجی معاملات اور روزمرہ زندگی کے غیر معمولی معمولات کو اس انداز میں پیش کیا جائے کہ قاری کو اس میں دلچسپی پیدا ہو۔ یہ دلچسپی پلاٹ، منظر نگاری، کردار نگاری، مکالمہ نگاری سے پیدا کی جاتی ہے اور ناول نگار اپنے ناول کو مؤثر بنانے کے لیے متعدد ادبی حربوں کو بھی بروئے کار لاتا ہے اور یہی ناول کے بنیادی عناصر ہیں۔"(۴)

مذکورہ نقطۂ نظر سے مترشح ہوتا ہے کہ ناول انسانی زندگی کی کسی ایک مرز یا کئی ایک رموز، کسی ایک پیچیدگی یا متعدد پیچیدگیوں، کسی معاملے یا متعدد

معاملات، کسی ایک واقعہ یا کئی ایک واقعات، کسی ایک صورتِ حال یا متعدد صورتِ احوال، کسی داخلی انسانی کشمکش، کسی بیرونی تصادم، کسی ایک یا متعدد باریک نکات کا مظہر بن کر سامنے آتا ہے۔ ناول کا بنیادی موضوع انسان اور اس کی زندگی کی جزئیات اور اس کی زندگی کے متعدد اور متنوع پہلو ہو سکتے ہیں۔

رحمٰن عباس عصرِ حاضر کے جانے مانے فکشن رائٹر ہیں اور وہ انڈیا میں مقیم ہیں۔ رحمٰن عباس 20 جنوری 1972 کو ''کوکن'' مہاراشٹر انڈیا میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ممبئی یونیورسٹی سے انگریزی ادب اور اردو ادب میں ڈگریاں حاصل کیں، وہ تدریس کے پیشے سے منسلک ہیں۔ اُنھوں نے اُردو ناول کو ایک نئی فضا اور ایک نیا آہنگ دینے کی کوشش کی ہے، جس میں وہ انڈیا کے پڑوسی ممالک کو ہندتوا آئیڈیولوجی کے زاویے سے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس امر کا اندازہ اُن کے ناولوں کو پڑھ کر ہی لگایا جا سکتا ہے۔ رحمٰن عباس پوسٹ موڈرن ٹیکنیس کو اپنے لٹریری ورکس میں بروئے کار لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ رحمٰن عباس نے انڈیا کی بین الاقوامی سطح پر خارجہ پولیسی کو بھی اپنے بیانیے کا حصہ بنایا ہے۔ رحمٰن عباس نے زیادہ تر انڈیا میں بی جے پی کی اصل 'کرونِک شکل' پوشیدہ رکھ کر بی جے پی کی مصنوعی اور جعلی تصویر کو پورٹرے کرنے کی کوشش کی ہے۔ رحمٰن عباس نے زیادہ تر جنس، سیاست اور دہشت گردی کی اُس شکل کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو بی جے پی کا واضح بیانیہ ہے۔ رحمٰن عباس ناول نگار سے زیادہ بی جے پی کے وفادار مصنف کے طور پر اپنی ایک شناخت قائم کرنے میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ اِس کے عقب میں خوف کی نفسیات کا بڑا عمل دخل کارفرما دکھائی پڑتا ہے۔

رحمٰن عباس کی چند ایک کتب کی تفصیل قارئین کی سہولت کے لیے زیرِ نظر آرٹیکل میں بھی درج کر دی گئی ہے:

۱۔ نخلستان کی تلاش 2004

یہ ناول بابری مسجد کے اُس نظریے کو سپورٹ کرتا ہے جو آر ایس ایس یعنی برہمن واد جیسی تنظیم کا نظریہ ہے اور بی جے پی کے پاکستان مخالف بیانیے کو بھی واضح طور پر فیور کرتا ہے۔ اِس ناول کے عمیق مطالعہ سے ایک ذہین قاری پر ہندتوا کا بیانیہ آشکار ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ ششی تھرور تو ہندتوا آئیڈیولوجی کا لکھاری ہے، رحمٰن عباس بھی اُسی راستے پر چل کر اپنی ایک شناخت قائم کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔ رحمٰن عباس کُھلی فضاؤں کا پنچھی نہیں ہے اور نہ وہ اپنے متخیلہ کو سیکولر اور آزاد رکھ کر لکھتا ہوا نظر آتا ہے۔

۲۔ ایک ممنوعہ محبت کی کہانی 2009

یہ کہانی رسوم و قیود اور ثقافت پر بحث کرتی ہے۔

۳۔خدا کے سائے میں آنکھ مچولی 2011

اس کتاب کو ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ دیا جاچکا ہے۔ناول کی فضا میں مزاح کی آمیزش ہے اور یہ کتاب فرد کی نفسیاتی الجھنوں کو موضوع بناتی ہے اور ادب اور سیاست کے بینر تلے احاطۂ تحریر میں لائی گئی ایک کاوش ہے۔

۴۔روحزن 2016

اس کتاب کو بھی ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ دیا جاچکا ہے۔اس کتاب نے رحمٰن عباس کو کافی شہرت بخشی ہے۔مزید یہ کہ روحزن اردو کا ایسا پہلا ناول ہے جسے **'لٹ پرو گرام گرانٹ برائے ادب'** دیا گیا ہے۔اس ناول میں محبت اور جنس اور سیاست کو موضوع بنایا گیا ہے۔یہ ناول بھی ایک مخصوص ایجنڈے کی تکمیل کرتا دکھائی پڑتا ہے۔اس کا فیصلہ ہر وہ سیکولر قاری کر سکتا ہے جس کو ادب کی ذرا سی بھی للک ہے۔

۵۔زندیق 2022

یہ رحمٰن عباس کا "روحزن" کے بعد کا ناول ہے۔اس ناول کی بابت بہت سے ادیبوں نے اپنی رائے دی ہے۔کچھ نے اس ناول پر فحاشی کا الزام بھی لگایا ہے جب کہ کچھ نے اسے نہایت پیچیدہ اور مبہم قرار دیا ہے اس ناول کو **روبرٹ بوش فاؤنڈیشن** کی جانب سے **انٹرنیشنل ریسرچ گرانٹ** دی گئی، جس کے پیچھے رحمٰن عباس کا ایجنڈا رائٹر ہونا خالی از مفہوم نہیں۔(۵)

رحمٰن عباس عصرِ حاضر کے وہ انڈین اُردو قلم کار ہیں، جنھوں نے اپنی شہرت کے لیے اپنے اسپِ خیال کو ہندتوا ایجنڈے کے تحت گروی رکھ کر رخشِ خیال کے گھوڑے دوڑائے ہیں اور ایک آر ایس ایس کا نظریہ ہے، اُس کو سپورٹ کرتے ہوئے ناول تحریر کرتا ہے اور متعدد انعامات بھی حاصل کر چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ رحمٰن عباس کو ملنے والے اعزازات کافی بڑی تعداد میں ہیں۔ادب کے مخفی مفاہیم سے نابلد قاری تو رحمٰن عباس کو زبردست قلم کار جیسے خطابات سے ضرور نواز سکتا ہے۔اب یہ کہنا کہ یہ دستورِ دنیا ہے کہ نئی چیز ہمیشہ تنقید کا سامنا کرتی ہے۔رحمٰن عباس کیا دُنیا میں پہلے ناول نگار ہیں؟ کہ یہ کہا جائے رحمٰن عباس نے اُردو نگاری میں ایک نئی "بوطیقا" حوالۂ قلم کر دی ہے۔رحمٰن عباس سے پہلے بھی تو ہر طرح کا ناول احاطۂ تحریر میں آچکا ہے اور یہ کام جاری و ساری رہے گا۔رحمٰن عباس کیا پہلے ناول نگار ہیں جو آدمی کی جبلّت کو موضوع بنا رہے ہیں؟ رحمٰن عباس اپنے متعلق یوں رطب اللسان

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

ہیں:

"اردو فکشن میں ناول کی تاریخ اور اس پر تنقید کی جو صورتِ حال ہے۔اس کا مشاہدہ اس کرب میں اضافہ کرتا ہے۔یہ بھی صداقت ہے کہ گزشتہ کئی برسوں میں اچھے ناول ہمارے یہاں لکھے نہیں گئے۔ تھیم اور موضوع کے لحاظ سے ان میں تازگی اور ندرت کی شدید کمی رہی جب کہ ناول کا یہی مطلب ہوتا ہے نیا،تازہ اور منفرد۔ناول زندگی کی رنگینی اور تجربے کی انفرادیت کو بیان کرتا ہے۔ذات کے نہاں خانے میں مچلنے والے احساسات اور شخصیت کے اصرار کو بیان کرتا ہے۔ناول کا کام ہی فرد کی زندگی کے نشیب وفراز کو ایک کائناتی رنگ عطا کرنا ہے۔آدمی کی جبلت کو آشکار کرنا ہے۔" (۶)

رحمٰن عباس کی ناول "زندیق"

زندیق رحمٰن عباس کا "روحزن" کے بعد کا ناول ہے۔جو 2022 میں منظر عام پر آیا۔اس کتاب کے ایڈیشن ہندوستان اور پاکستان دونوں ممالک میں شائع ہوئے ہیں۔پاکستان میں اس کتاب کو **عکس پبلیکیشنز،لاہور** نے شائع کیا جب کہ **عرشیہ پبلشرز،دہلی** نے اس کتاب کا ہندوستانی ایڈیشن شایع کیا۔اس کتاب کے تین ضخیم ابواب ہیں:

۱۔پہلی کتاب۔۔۔۔آخری تہذیب

اس حصے میں 36 ذیلی ابواب ہیں۔اس حصے میں کہانی کے کرداروں کا تعارف اور ان کی زندگی کے چیدہ چیدہ عناصر کا بیان ملتا ہے۔

۲۔دوسری کتاب۔۔۔یورپ

کتاب کا یہ حصہ 11 ذیلی ابواب پر مشتمل ہے۔یہ حصہ یورپ میں موجود جرمنی کے شہر برلن کا سفر نامہ معلوم ہوتا ہے۔اس حصے میں برلن ،یورپ میں موجود سیاحتی مقامات اور کیمپوں کی تفصیل ملتی ہے۔

۳۔تیسری کتاب۔۔۔آخری الیکشن

کتاب کا تیسرا اور آخری حصہ 29 ذیلی ابواب پر مشتمل ہے۔یہ حصہ ناول کو اس کے انجام تک لے کر جاتا ہے۔ناول کے اس حصے میں پھیلی ہوئی تمام کہانی کو بتدریج سمیٹا گیا ہے۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

کتاب کے آخر میں رحمٰن عباس نے اظہار تشکر کے نام سے ایک نوٹ تحریر کیا ہے۔ جس میں متعدد اشخاص کے نام درج ہیں۔اس کے علاوہ ناول کے آخر میں ناول میں موجود نکات اور نظمیں اور مختلف اشخاص کے اقوال اور اور تحریریں جو ناول میں منقول کی گئی ہیں۔ان کا حوالہ موجود ہے۔ جسے مصنف نے 'حوالہ جات اور وضاحتیں' کے نام سے عنوان دیا ہے۔

وجہ تسمیہ:

'زندیق' لفظ زرتشت زبان سے عربی میں آیا ہے۔ عربی زبان میں اس کے مترادفات کے لیے کاف، ملحد جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ اصطلاح میں زندیق کے معنی ایسے شخص کے ہیں جو مسلمان پیدا ہو مگر اپنے اعمال وافعال کے ذریعے اسلام کا تردد کرے یعنی وہ زبان سے مسلمان ہونے کا اقرار قائم رکھے اور اس کے افعال اس بات سے انکار کریں۔ایسے شخص کو زندیق کہا جاتا ہے۔بقول اقبال:

ؔ اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

رحمٰن عباس نے اپنے ایک مضمون میں لفظ 'زندیق' کے بارے میں کچھ اس طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے:

> "جہاں اس کا مذہبی تعلق ہے وہاں اس کا گہرا سیاسی امپلیکیشن بھی ہے۔اسپیشلی خلافتِ عباسیہ کے دور میں حکومت کو جن لوگوں کے سیاسی نظریات سے خوف محسوس ہوتا تھا،ڈر محسوس ہوتا تھا تو کیسے ان کو پولیٹیکلی سائیڈ لائن کرنا ہے۔اس کے لیے انھیں زندیق قرار دیا جاتا تھا، یعنی ایسے لوگ جو مذہب کی جو تعبیر ہے یا دین کی جو تعبیر ہے۔اس میں یہ لوگ کسی طرح کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔اس طرح کا ان پہ بہتان لگایا جاتا تھا اور حالانکہ وہ پولیٹیکل اپوننٹس تھے۔اس طرح ان کو سائیڈ لائن کرکے ان کو جیل میں ڈالا جاتا تھا یا ان کو ملک بدر کیا جاتا تھا تو یہ کافی پولیٹیکل ویپن یعنی ہتھیار تھا۔" (۷)

زندیق ایک تجزیاتی مطالعہ:

رحمٰن عباس کا ناول زندیق ایک ضخیم اور طویل داستان ہے۔رحمٰن عباس نے ناول کو جدید سٹائل سے لکھا ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ناول کا بنیادی موضوع تو ایک مخصوص ایجنڈے کی تشکیل، تشہیر، فروغ اور تکمیل ہے۔رحمٰن عباس نے ناول کو اسی طرح بے ہنگم اور unpredictable

بنایاہے۔جس طرح زندگی غیر یقینی اور بے ہنگم ہو سکتی ہے۔

زندیق کا پلاٹ نہایت پیچیدہ ہے۔تمام ناول کسی پہیلی کی طرح بتدریجا کھلتا ہے یایوں کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح زندگی الجھنوں اور گتھیوں کا آمیزہ ہوتی ہے۔اسی طرح اس ناول کو اسی طرز سے گنجلک واقعات کے ساتھ عبارت کیا گیا ہے۔ناول زندیق در حقیقت قریب مستقبل کی کہانی ہے۔یہ کہانی2047سے2084تک کے دور کے درمیان کی کہانی ہے۔

ناول کے پلاٹ کو بائیبل کی تکنیک میں لکھنے کی سعی کی گئی ہے، جس میں واقعات کے ذریعے بیانات کو کلیئر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ناول کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔پہلا حصہ آخری تہذیب ہے،دوسری کتاب۔۔۔یورپ،اور تیسری کتاب۔۔آخری الیکشن ہے۔دیکھا جائے تو پہلی کتاب ہی مکمل ناول ہے۔دوسری کتاب تو کہیں یورپ جرمنی کے شہر برلن کے سفر نامے کے طور پر نظر آتی ہے۔وہاں ہولو کاسٹ کے میوزیم اور مختلف میموریلز کی سیر کی گئی ہے۔اِس حصے میں رحمٰن عباس نے اپنے مخصوص ایجنڈے کو مرکزی اہمیت دی ہے۔ان میموریلز اور میموریلز کے علاوہ اس حصے میں بعض مصنف کے کسی حد تک اپنے پسندیدہ اور جنسی تسکین کے مقامات کا ذکر ہے۔اس ناول کو جرمنی کی طرف سے انٹرنیشنل ریسرچ گرانٹ بھی دی گئی ۔اس کا جواب کتاب کا یہ حصہ اپنے تیئں از خود فراہم کرتا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا دوسرا حصہ زبردستی کے ساتھ اس ناول میں گھسیڑنے کی کوشش کی گئی ہے کیوں کہ پہلے حصے کی آخری سطور اور کتاب کے تیسرے حصے کی پہلی چند سطور کے علاوہ ان دونوں حصوں میں کسی قسم کا انسلاک وارتباط محسوس نہیں ہوتا۔ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مکمل ناول لکھنے کے بعد اس کتاب کو بیچ میں ایک حصے کے طور پر کھپانے کی کوشش کی گئی ہے۔ناول پڑھنے سے ایک چیز ایسی بھی محسوس ہوتی ہے۔جیسے ناول کا آخری حصہ ایک مرکزی خیال پیش کرتا ہو، جس میں مصنف اپنے تمام بیانات اور سابقہ تمام باتوں کی تاویل پیش کرتا نظر آتا ہے، جس میں ثنا اللہ کا ٹوٹا ہوا رشتہ ،نئے بندھتے رشتے، شیخ الفانوسی کی کتاب کے سسپنس کا خاتمہ،الیکشن،ہندو راشٹر سینا،جیو پولیٹکس وغیرہ وغیرہ۔۔۔ایک ایک عنوان کے ساتھ چند سطور اور بس!ناول کا پلاٹ پیچیدہ تو ہے ہی مگر نہایت کمزور بھی ہے۔کہانی میں کون سا واقعہ کس طرح داخل ہوتا ہے اور کس طرح اپنے اختتام کو پہنچ جاتا ہے،کچھ معلوم نہیں پڑتا۔

شیخ الفانوسی کی کتاب' زندیق اور آخری تہذیب'شروع سے لے کر آخر تک ایک عجیب پر سرار کیفیت لیے ہوئے ناول میں محسوس ہوتی

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
July 16, 2025

ہے۔گمان اغلب ہے کہ یہی ایک واحد عنصر ہے جو ناول میں دلچسپی برقرار رکھنے میں مدد کر رہا ہے۔بقولِ سیف الدین سیف ''**ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں''**۔اس کے علاوہ جس طرح کسی بیکار فلم کو چلانے کے لیے فلم ساز اس میں دھڑادھڑ گانے بھر دیتا ہے۔اسی طرح رحمٰن عباس نے لحظہ بہ لحظہ، لمحہ بہ لمحہ اس میں جنسی واقعات اور جنسی مناظر کو پیش پیش رکھا ہے تاکہ قاری کی ناول میں دلچسپی برقرار رہے۔

ناول کا پلاٹ کافی ڈھیلا ڈھالا اور پھس پھسا ہے۔کوئی ایک موضوع سر اٹھاتا ہے۔اپنے عروج پر پہنچتے پہنچتے پانی کا بلبلہ ثابت ہوتا ہے اور ہست سے یکایک نیست ہو جاتا ہے۔اس کے بعد یک دم دوسرا موضوع سر اٹھاتا ہے اور وہ بھی اپنی بلندی تک پہنچتے پہنچتے کمزور ہو کر بکھر جاتا ہے۔

ناول کی ابتدائی فضا میں جنس کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہے۔جنس اور انتخاب کی آزادی کے اوپر کھل کر بحث ملتی ہے۔کوئیر موومنٹ کے جھنڈے گاڑے جاتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنف کہیں نہ کہیں اپنے فلسفوں سے اس موومنٹ کا دفاع کر رہا ہے۔ساتھ ہی ایک کردار مقبول بٹ کو بھی دکھایا جاتا ہے جو اس مصنوعی انتخاب کو رد کر رہا ہے اور ' قیامت کی نشانی'،' قیامت کی نشانی' کا نعرہ لگا رہا ہے مگر ناول کی فضا کو اس طرح اُستوار کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جیسے اس ایک شخص کا اعتراض زیادہ معنی نہیں رکھتا۔یہاں زبانِ خلق نعرۂ خدا بنی بیٹھی ہے۔رحمٰن عباس ناول ابتدا سے لے کر آخر تک انتخاب کی آزادی کا مکمل طور پر پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔قیاس کیا جا سکتا ہے کہ رحمٰن عباس نے اپنے اِرد گرد کی بدلتی ہوئی معاشرتی صورتِ حال اور بدلتے ہوئے رویے کو اپنانے کی ٹھان لی ہے۔انھیں کسی کی زندگی کو دیکھنے کے نظریے پر کوئی اعتراض نہیں۔یہ بات وہ ثنااللہ کی زبان سے بارہا ادا کرتے ہوئے، ناول میں دکھائی پڑتے ہیں۔

ناول کا دوسرا اہم موضوع جیوپولیٹکس ہے۔ناول کا ہیرو ثنااللہ ایک فوجی ہے اور جیوپولیٹکس اس کا مین انٹرسٹ (مرکزی دلچسپی کا موضوع)، ہے۔جیوپولیٹکس در حقیقت ہٹلر کی پیدا کردہ اصطلاح ہے۔جس کی تعریف یوں ہے:

> ''جیوپولیٹکس (Geopolitics) ایک ایسی اصطلاح ہے، جس سے مراد کسی علاقے، خطے یا ملک کی جغرافیائی حیثیت، وسائل، محلِ وقوع اور اس کے آس پاس یا اِرد گرد کے بین الاقوامی سیاسی حالات کا اس علاقے، خطے یا ملک کی خارجہ پولیسی، طاقت اور عالمی تعلقات پر کس نوعیت کا اثر ہے۔کسی ملک، خطے کی جغرافیائی صورتِ حال، اُس ملک کی سیاسی حکمتِ عملی، سیکیورٹی، اقتصادی ترقی یا عالمی اثر ورُسوخ کو کس طرح متاثر کرتی ہے۔اس اصطلاح کا استعمال پہلی دفعہ ۱۸۹۹ء کو سویڈن کے ماہر سیاسیات Rudolf Kjelle نے کیا۔طاقت ور اقوام کی علاقائی حکمتِ عملی، مثلاً چین کی بیلٹ اینڈ روڈ حکمتِ عملی اور

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

امریکہ کی بحر الکاہل پولیسی)، جیوپولیٹکس میں زمینی اور بحری راستوں کی اہمیت، جیسے پاکستان میں گوادر، یا پھر سوئز کینال یا مالا کا آبنائے کی اہمیت یا پھر جیوپولیٹکس میں سرحدی تنازعات وغیرہ شامل ہیں اور پھر بین الاقوامی سطح پر قدرتی وسائل، جیسے پیٹرولیم مصنوعات پر کنٹرول کی صورتِ حال اور اب نایاب زمینی معدنیاتی عناصر(Rare Earth Elements)پر جیوپولیٹکس وغیرہ اور پھر پانی پر کنٹرول وغیرہ بھی جیوپولیٹکس کا ایک اہم حصہ ہے"(۸)

ہٹلر کا نازی تحریک سے معاہدہ جیوپولیٹکس کا ایک عملی نمونہ تھا۔اسی طرح کا عملی نمونہ ہندوراشٹر سینا میں بھارت میں اُجاگر کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ ایک اختلاف کی بات ہے کہ کہانی کے مرکزی کردار ثناءاللہ کی دلچسپی کا موضوع جیوپولیٹکس ہے، لیکن وہ ہندوراشٹر سینا اور ہندوتوا کے تحت جیوپولیٹکس کا مظاہرہ کرنے والی عملی جماعتوں سے اس طرح آنکھیں بند کیے بیٹھا ہے جیسے بلی کبوتر کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتی ہے۔اس کے برعکس کشمیر میں مسلم جہاد اور جیش اسلامی تنظیموں کی اسلام کی بقا کے لیے جدوجہد کرنے کو وہ پولیٹکس کا موضوع قرار دیتا ہے۔ آر ایس ایس اور ہندتوا کا یہی وہ ایجنڈا ہے، جس کے لیے رحمٰن عبّاس جیوپولیٹیکس جیسے موضوع کو ناول میں شامل کرتے ہیں اور کشمیریوں کی آزادی کے خلاف ایک آئیڈیولوجی کو ناول میں پورٹرے کرتے ہیں۔

مصنف نے نہایت سمجھداری سے ہندوتوا اور ہندوراشٹر سینا کے بارے میں تمام تفاسیر سے آگاہ ہوتے ہوئے کہانی کا مرکزی کردار ثناءاللہ کو کچھ اس طرح تخلیق کیا ہے جو آر ایس ایس یعنی برہمن واد ظلم اور بے رحمی و بے انصافی پر قائم ایک تنظیم کی جبریت سے یکسر آنکھیں پھیرے ہوئے ہے۔اس کی تمام تر توجہ ریاستِ پاکستان کو اور حُریت پسند کشمیریوں کو غلط ثابت کرنے کی جانب ہے۔

ناول کی سیاسی فضا کا جائزہ لیا جائے تو ایک عجیب کنفیوژن کا احساس ہوتا ہے۔ اس بات کا ادراک کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ناول کی فضا تو ہندوستان کی ہندوانتہاپسند تنظیموں و نمایاں اور اُجاگر کرنے والی ہونی چاہیے تھی مگر ناول نگار تو ایک اپنے ہی تراشے ہوئے کردار کے ذریعے مسلم جہاد اور ملیٹنٹ کے خلاف آواز بلند کر رہا ہے۔ یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ مصنف نے ماحول اور کرداروں کے تضاد سے ہندو اور مسلمان دونوں نظریات کو ایک میزان میں لاتے ہوئے، ایک کو ناقص یعنی مسلمان کو ناقص اور ہندو کو جائز ٹھہرانے کی بھرپور سعی کی ہے اور مذہب کو موضوع بناتے ہوئے مذہب کے بہانے مذہبی اقدار و روایات کا کھوکھلا پن دکھانے کی جگہ جگہ کوشش کی ہے۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

عام طور پر ناول لکھا جاتا ہے تو اس میں مصنف اپنے ذاتی تصورات کو تخیل کا لباس اوڑھا کر پیش کرتا ہے جب کہ رحمٰن عباس نے اس ناول میں اپنی ذاتی خواہشات، تاثرات، پسندیدگی، ناپسندیدگی نیز ہر چیز کا عمل دخل رکھا ہے اور مختلف کرداروں کو پیچھے سے دھکا دے کر گرا دیتا ہے اور اُن کی جگہ خود لے لیتا ہے اور مختلف چیزوں مختلف لوگوں، رویوں، رسموں اور زندگی کی بابت اپنی ذاتی رائے کو ناول میں پورٹرے کرتا چلا گیا ہے، جس کی وجہ سے ناول، ناول کم اور ایک تاثراتی بیانیہ زیادہ بن جاتا ہے۔ مختلف قسم کے بیانات جن میں مصنف کی ذاتی رائے کا عمل دخل جاری رہتا ہے، ناول میں جا بجا نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ اقتباس ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

''ثنااللہ نے سگرٹ کا بٹ کوڑے دان میں پھینکنے کے بعد مقبول کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا، 'سنو، یہ سب بس گمان ہے۔ دنیا اس سے پہلے ختم ہو جائے گی۔'

'دنیا کبھی ختم نہیں ہو گی'، انیتا نے فوراً کہا۔

'ہر وہ چیز جو وجود میں آئی ہے۔ وہ ختم ہو گی دنیا ختم ہونے کے لیے ہی وجود میں آئی ہے' ثنااللہ نے کہا۔

'یہ محض مذہب کی پھیلائی ہوئی افواہ ہے۔' انیتا نے کہا۔

'اوہ فک اِٹ میں نے جو طبیعیات کی کتابیں پڑھی ہیں۔ اس کے پس منظر میں کہہ رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا مذہب کیا روگ ہے' ثنااللہ نے کہا۔''(۹)

رحمٰن عباس کے ناولوں میں ہمیں سیاسی اقوال، افعال اور اقتدار سے منسلک ذاتی تاثرات کا بیان جا بجا ملتا ہے۔ اقتدار کے بارے میں مصنف نے ناول میں کچھ اس طرح کا بیان دیا ہے۔

> ''جب سے آدمی نے پیروں پر چلنا شروع کیا یا قبیلے میں رہنا شروع کیا یا چھوٹی چھوٹی حکومتیں تشکیل دیں، اقتدار ہمیشہ ایک جیسا رہا ہے۔ اسی لیے مستقل کوئی اقتدار نہیں رہتا۔ لوگ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اقتدار کے جبر سے نجات کے لیے جنگ لڑتے ہیں۔ پھر کوئی اقتدار حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن پھر وہی ہوتا ہے جو ہوتا رہا ہے۔ نیا حکمران بھی اپنے مظالم کو پوشیدہ رکھنے کے لیے ادیبوں، صحافیوں اور آزادی پسند افراد کی آواز دبانے لگتا ہے اور انہیں سزائیں دینے لگتا ہے ان کے قتل میں اپنے اقتدار کا استحکام تصور کرتا ہے۔'' (۱۰)

یہ ایک تلخ حقیقت ہے، جسے رحمٰن عباس نے لفظوں میں پرو کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ سیاسی اقتدار کے ساتھ ساتھ انھوں نے انڈین فوج

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

کے متعلق بھی اپنا نظریہ کچھ یوں پیش کیا ہے:

"فوج بھی ایک ندی ہے اور اسی میں اس کی شان ہے، جس طرح ٹھہرا پانی سڑ جاتا ہے اسی طرح جب فوج پر بھی کچھ لوگوں کا قبضہ ہوتا ہے، تب فوج جوہڑ بن جاتی ہے۔ کمزور ہو جاتی ہے۔ فوج کو ایک طرح سے دیمک لگ جاتی ہے۔ کمزور فوج سیاست دانوں کی گود میں بیسوا بن کر گرتی ہے۔ سیاست اپنی اصل مفاد پرستوں کی انجمن ہے۔ وہ فوج کو اپنے محافظ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیتی ہے جب فوج مفاد پرستوں کی انجمن کی محافظ بن جاتی ہے تو ملک میں انارکی اور استبدار کا ایک بھیانک دور شروع ہو جاتا ہے۔ اس عہد جبر واستبدار میں ایک دن یا تو مفاد پرستوں کی انجمن کے سر براہ کا قتل ہوتا ہے یا محافظ کو اوارہ منش سنگسار کر دیتے ہیں۔"(۱۱)

رحمٰن عباس نے اسی طرح کا ایک فتویٰ مذہبی فرقہ پرستی کے بارے میں بھی دیا ہے، لکھتے ہیں:

"اس دستاویز میں ایک اہم باب 'ارتداد' کے عنوان سے لکھا ہوا ہے۔ اسلامی مملکت میں ارتداد کی سزا موت ہے۔ اس پر علماء عملاً متفق الرائے ہیں۔۔۔۔ اس عقیدے کے مطابق چودھری ظفر اللہ خان نے اگر اپنے موجودہ مذہبی عقائد ورثے میں حاصل نہیں کیے۔ بلکہ خود اپنی رضامندی سے احمدی ہوئے تو ان کو ہلاک کر دینا چاہیے۔ مولانا ابوالحسنات سید محمد قادری یا مرزا رضا احمد بخان بریلوی یا ان کے بے شمار علماء میں سے کوئی صاحب ایک فتوی کے مطابق ایسی اسلامی مملکت کے رئیس بن جائیں تو یہی انجام دیوبندیوں اور وہابیوں کا ہوگا۔۔۔ اگر مولانا محمد شفیع دیوبندی رئیس مملکت مقرر ہو جائیں تو وہ ان لوگوں کو جنھوں نے دیوبندیوں کو کافر قرار دیا ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا اور اگر وہ لوگ مرتد کی تعریف میں آئیں گے یعنی انھوں نے اپنے مذہبی عقائد ورثے میں حاصل نہ کیے ہوں بلکہ خود اپنا عقیدہ بدل لیا ہوگا تو مفتی صاحب ان کو موت کی سزا دے دیں گے۔"(۱۲)

یہ ایک کافی طویل اقتباس ہے جو دو سے زائد صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ رحمٰن عباس ان بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے کتاب کے آخر میں اس بات کی تاویل پیش کرتے ہیں۔ 1953 کی عدالتی تحقیقاتی رپورٹ برائے تحقیقات فسادات پنجاب سے یہ متن ماخوذ ہے۔ اس طرح کے اشتعال انگیز مواد کو ناول میں شامل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں:

"اس تمام بحث کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ شیعہ، سنی، دیوبندی، اہل حدیث اور بریلوی لوگوں میں سے کوئی بھی مسلم نہیں اور اگر

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
July 16, 2025

مملکت کی حکومت ایسی جماعت کے ہاتھ ہو جو دوسری جماعت وہ کافر سمجھتی ہے تو جہاں کوئی شخص ایک عقیدے کو بدل کر دوسرا اختیار کرے گا اس کو اسلامی مملکت میں لازماً موت کی سزادی جائے گی۔"(۱۳)

رحمٰن عباس کی زندیق کا مرکزی کردار ثنااللہ ہے۔ناول کے موضوع کو کچھ اس طرح ترتیب دیا گیا ہے جس سے بظاہر ناول مذہب کی قید سے آزاد نظر آتا ہے۔ثنااللہ کا باپ ظفر دیش ہے (جس کا باپ ایک ہندو اور ماں مسلمان ہے) اور ماں کا نام ایلا ہے جو ایک ہندو ہے ناول کی تمہید میں ہی ان دونوں کا تعارف کچھ اس سلیقے سے کیا گیا ہے تاکہ ناول کو اسی نظریے سے دیکھا جائے کہ کرداروں کو مذہب کی ترازو میں نہ تولا جائے۔یہ کہانی ایک لبرل اور سیکولر شخص کی زندگی پر مبنی ہے، جس کا مذہب کی ماہیت سے کوئی تعلق نہیں۔وہ ایک پر جوش نوجوان ہے، جس کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہے۔فوج میں شمولیت اختیار کرنا مگر فوجی بننے سے لے کر لیفٹیننٹ کرنل بننے تک اس کی زندگی میں بہت سے انقلاب آتے ہیں۔میراجی کی نظمیں سننے والا اور اس کی تنہائی کو محسوس کرتے ہوئے غمزدہ ہونے والا ایک حساس ذہن کا نوجوان کب فوج کی سخت جان مشقتوں میں پڑ کر ایک سخت جان افسر بن جاتا ہے، یہ اسے خود بھی معلوم نہیں پڑتا۔

ناول میں کہیں بھی وہ کسی کی محبت میں گرفتار ہوتا دکھائی نہیں دیا۔ہاں اس پر عارفہ نامی ایک مصورہ کا سرور کچھ عرصے تک قائم رہتا ہے، مگر وہ مکمل محبت کا اسیر نہیں ہوتا۔اس کی سوچ میں محبت ایک دقیانوسی چیز ہے جو انسان کی آزادی کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔۔اسی طرح اس کے نزدیک "**شادی عہد گزشتہ کی بدعت کے سوا کچھ نہیں۔**"(۱۴)

ناول کے شروع میں وہ ایک خواب دیکھتا ہے کہ ہر طرف فساد برپا ہے۔ان تمام حالات میں ایک کرنل کو وہ خواب میں دیکھتا ہے جو کسی عورت کے ساتھ ملوثِ جرم ہے۔اسے فون آتا ہے کہ دنیا تباہ ہو رہی ہے، مگر وہ فون کو ایک سائیڈ پہ رکھ کر اپنے کام میں دوبارہ مشغول ہو جاتا ہے، جب یہ خواب ٹوٹتا ہے تو ثنااللہ پر وحشت سی طاری ہو جاتی ہے کہ کوئی شخص اتنا بے ضمیر کیسے ہو سکتا ہے؟یہی خواب ناول کے آخری حصے میں حقیقت بن کر سامنے آتا ہے، جب وہ انبا کے ساتھ اسی صورتِ حال میں ہوتا ہے اور اسے فون پر اطلاع ملتی ہے کہ لکھنؤ میں دنگے اور فسادات اپنی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔تو وہ بھی فون ایک سائیڈ پر رکھ کر اپنے اس جرم میں دوبارہ مشغول ہو جاتا ہے۔اس خواب اور حقیقت کے درمیان کی کہانی کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ فوج کس قدر انسان کے دل کو سخت بنا دیتی ہے کہ انھیں کسی کی اپنائیت یا تکلیف سے کوئی سروکار نہیں رہتا۔ان کے لیے تمام اجزا مٹی کا ڈھیر ہوتے ہیں۔ان کے

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

لیے خون پانی کے برابر ہو جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے اس ضمن میں رحمٰن عباس نے اپنی ذاتی رائے ایک دفعہ پھر ناول میں پیش کی ہے اِس ضمن میں یہ اقتباس ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

"اس کی شخصیت کی اس تبدیلی کو شاید وہ محسوس نہیں کر رہا تھا۔ ممکن ہے اس کی ایک وجہ یہ ہو کہ اب وہ مقتدر تھا۔ اقتدار کا ایک وصف یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام زمینی حقائق سے مبرا ایک ماورا حقیقت خلق کرتا ہے اور اسی میں مستقر رہتا ہے۔ پہلے جو معروضیت اس کے افکار میں تھی۔ اب اس کی جگہ ادارے کا موقف اس کی معروضیت میں تبدیل ہو گیا تھا۔" (۱۵)

رحمٰن عباس نے ثنااللہ کے کردار کو فطری بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ وہ فطرت جو ایک عام نوجوان سے ایک فوجی بنتے وقت تبدیل ہو جاتی ہے۔ ثنااللہ کا کردار جنس کی آزادی کا خواہاں ہے، یعنی اُسے عورت اور مرد کے ناجائز رشتے سے مفر نہیں ہے اور نہ ہی اسے ہم جنس پرستی سے کوئی قباحت ہے۔ شریعت اور نکاح کو وہ پیروں کی زنجیر سمجھتا ہے۔ آزادی کے نام پر شادی کو لعنت تصور کرتا ہے۔ عورتوں کے ساتھ تعلقات بنانے کے باوجود خود ایک مرد کی صحبت سے محظوظ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی میجک مشروم اور حشیش جیسی سرور آمیز چیزوں کو برا نہیں جانتا۔ بیئر، شراب، وائن جیسی چیزیں اس کے معمولات کا حصہ ہیں۔ جنسی افعال میں شاید ہی ایسا کوئی نازیبا فعل باقی ہو گا، جو اس نے نہیں کیا۔ اس کی شروعات پرسنا کے ساتھ ملوث ہونے سے ہوتی ہے اور بعد میں شہناز اور شاہین پھر عارفہ اور انیتا کے ساتھ تعلقات استوار کر کے، وہ اپنی جنس کی تسکین حاصل کرتا ہے بالآخر بادوشا اس کی زندگی میں داخل ہوتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے کہ یہ وہی ہے جس کے ساتھ وہ اپنی زندگی کے کھوکھلے پن کو پُر کر سکتا ہے۔

رحمٰن عباس نے اپنے ایک مضمون میں قرۃ العین حیدر پر تنقید کی ہے کہ ان کے ضخیم ناولوں میں کرداروں کی بھرمار ہوتی ہے۔ (۱۶)

ناول زندیق میں بھی کرداروں کا ایک ہُجوم نظر آتا ہے، بے شمار کرداروں کی بھرمار ہے مگر ان میں سے کوئی ایک کردار بھی مضبوطی کے ساتھ اپنے پیروں پر کھڑا دکھائی نہیں دیتا۔ ماسوائے ثنااللہ کے جو کہانی کے شروع میں زندیق تھا، درمیان میں زندیق تھا اور آخر تک زندیق ہی رہا۔

ثنااللہ کے علاوہ ایک اور مضبوط کردار پرسنا رامہ مورتی ہے، جس کا تعلق یونیورسٹی آف ڈیموکریٹک اسٹڈیز سے ہے۔ پرسنا کا کردار نہایت مستحکم ہے، جس نے اپنی خواہشات کی تکمیل اور جنس کی آزادی کے لیے اپنی ساری زندگی کام کیا اور آخری دم تک اپنی خواہش کی تکمیل کرنے کے بعد ہی دنیا کے غول سے خود کو نجات دلوائی۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

ان دو کرداروں کے علاوہ کم و بیش باقی تمام کردار نہایت کمزور اور متزلزل شخصیت کے مالک رہے۔ جو کبھی کسی ایک موقف پر ڈٹے نہیں رہ پائے۔ شہناز کا کردار پلیر ٹوائز کا کاروبار کرنے والی ایک کامیاب بزنس وومن کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے۔ وہ ایک ہم جنس پرست ہے اور اپنی بزنس پارٹنر شاہین کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزار رہی ہے، مگر آہستہ آہستہ وہ ثنااللہ کی محبت میں گرفتار ہو کر پہلے ایک گھریلو عورت جو بقول ثنااللہ کے 'نان سینس' ہو جاتی ہے۔ پھر یکایک اس کے اندر ایک کشمیری عورت جنم لیتی ہے جو ثنااللہ سے زمینی نظریات کے باعث الگ ہو جاتی ہے۔ یہ بات نہایت مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے کہ شاید رحمٰن عباس صاحب نے شہناز کے کردار کو کشمیری اسی وقت کے لیے بنایا تھا کہ ایک دن ثنااللہ سے اپنے کشمیری ہونے کی بحث پر طلاق لے کر علیحدہ ہو سکے۔

انیتا اور عارفہ کے کردار بھی عجیب ہیں انیتا جو کہانی کے شروع میں ثنااللہ سے منسلک ہوتی محسوس ہوتی ہے۔ یکایک معلوم ہوتا ہے وہ کسی عارفہ نامی مصورہ کے عشق میں مبتلا ہے اور پھر وہ اور ثنااللہ اور عارفہ میجک مشروم کی نشے میں ایک دوسرے سے چند لمحوں کے لیے ملوث ہوتے ہیں اور یہ ان کے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔

مقبول بٹ کا کردار بھی ایک مختصر کردار ہے۔ مقبول بٹ جنسی آزادی اور انتخاب کی آزادی کو لے کر توبہ توبہ کرتا ہے۔ قیامت کی نشانیاں ہیں۔ قیامت کی نشانیاں ہیں۔ پکارتا ہے، مگر خود بھی ایک غیر اخلاقی فعل کا مرتکب ہو چکا ہے اور آخر میں بھی وہ ایک دہشت گرد ایجنسی کا حصہ ہو کر یا یوں کہنا زیادہ بجا ہے کہ کشمیری ملیٹنٹ ہو کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ ثنااللہ جو اس کا دوست ہے اپنے فوجی نظریات کی بنا پر اسے گولی مار دیتا ہے۔ یہاں بھی رحمٰن عباس ایک ایسے رائٹر کے روپ میں سامنے آتے ہیں جو کسی مخصوص نقطۂ نظر اور آئیڈیولوجی کے بیانیہ کو تشکیل دے رہے ہیں۔

اس تمام ناول کی کایا کلپ کرنے والا سب سے اہم کردار بادوشا کا کردار۔۔۔، لیکن مذکورہ کردار سب سے کمزور محسوس پڑتا ہے۔ وہ ایک سینا پتی کے طور پر ناول میں نمودار ہے اور پھر ثناءاللہ اس کے سحر میں گرفتار ہو کر ہم جنس پرستی میں ملوث ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ فوج چھوڑ دیتا ہے اور ناول نگاری شروع کر دیتا ہے۔ ناول میں شروعاتی تعارف کے بعد جب بھی بادوشا کو دکھایا گیا ہے۔ صرف ثناءاللہ کی "ضروریات" کا خیال رکھتے ہوئے ہی دکھایا گیا ہے۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
July 16, 2025

ایک قابلِ اعتراض بات تو یہ ہے کہ رحمٰن عباس کے مذکورہ ناول میں بہ استثنائے ثناءاللہ کے کردار کے دیگر تمام سینا میں بھرتی کردار یا تو آفیسر ہیں یا پھر اپنے کو پروٹیگنسٹ تصور کرتے ہیں، جنھیں بہت سے اوصاف کے حامل پورٹرے کیا گیا ہے اور باضمیر بھی دِکھائے گئے ہیں۔ میجر بسنت ایک نہایت ہی شریف النفس فوجی جو اپنی تنخواہ کا زیادہ تر حصہ غریب طلبا و طالبات پر خرچ کرتا ہے۔

تمام عمر ایک عورت ہو کے ایک عورت کو حاصل کرنے کا خواب دیکھتا ہے اور پھر اسی کی محبت میں قتل ہو جاتا ہے۔ جنرل چاولہ کی مثال لے لیجیے جو یورپ میں افعالِ بد میں غرق دو مجبور لڑکیوں کی تعلیم کا بیڑا اٹھاتا ہے۔ (۱۷)

رحمٰن عباس نے اپنے ناول ''زندیق'' میں جن بڑے موضوعات کا انتخاب کیا ہے، اُن میں سے ایک موضوع مذہب بھی ہے اور مذہب سے بیزاری کا پہلو بھی ہے، وہ اس لیے کہ وہ اپنی نسبت ایک سیکولر اور لبرل انسان کے طور پر بھی برقرار رکھنا چاہتا ہے اور ہندتوا یعنی برہمن واد کے ساری بھی اپنی وفاداری کو دِکھانا اور قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اِسے ناول نگار کی مجبوری و مقہوری ایسے عنصر سے بھی جوڑ کر دیکھا جا سکتا ہے کہ جہاں اکثریت ہندتوا کی آئیڈیولوجی کی شکل میں پوری دُنیا کے سامنے ہے اور دَلتوں، آدی واسیوں اور اقلیتوں کے ساتھ انڈیا میں جس طرح کا ناروا سلوک کیا جاتا ہے۔ وہ ناروا سلوک اب کسی سے بھی مخفی و پوشیدہ نہیں ہے۔ انڈیا کی سب سے بڑی ریاست یو۔پی میں جس طریقے سے مسلمانوں کے گھروں کو بی جے پی کے سی۔ایم یوگی اَدِتیہ ناتھ بلڈوز کروا رہا ہے، پوری دُنیا میں اس طرح کے ماڈل کی بے رحم مثال نہیں ملتی۔ یو۔پی میں طاقت کے کس طریقے سے اندھا اور بے دریغ استعمال کیا جا رہا ہے، جہاں آئین و قانون نام کی اقلیتوں کے لیے کوئی صورت ہی نظر نہیں آ رہی بہرحال رحمٰن عباس کی مجبوری کہیے یا پھر زندگی کی آسایشوں کی جانب سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جھکاؤ کا انتخاب کہیے۔ اس کا فیصلہ رحمٰن عباس کا ذہین قاری ناول کے مطالعہ کے بعد خود کر سکتا ہے، جہاں تک مذہب کا تعلق ہے تو اِس ضمن میں رحمٰن عباس کی مذہب سے بیزاری کے متعدد کنائے اور اشارے زیرِ نظر ناول میں دیکھے اور محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ مذہب اِس ناول کا مرکزہ نہیں ہے، لیکن بین السطور انداز میں رحمٰن عباس نے متعدد دفعہ اس جانب اشارہ کیا ہے کہ مذہب انسان کے لیے پیروں میں پڑی زنجیروں اور بیڑیوں سے زیادہ کچھ نہیں تاہم کسی بھی کردار کے اعمال و افعال سے براہ راست کسی بھی مذہب کی پیروی نہیں دکھائی گئی۔ صرف ایک عارف کا کردار ایسا نظر آتا ہے جو بسم اللہ اور انشاءاللہ جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ یہ بھی کلچر سے انسلاک و ارتباط اور ذہنی ساخت اور پرداخت کے سبب دکھائی پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی اس گنگا جمنی تہذیب میں ہندو اور مسلمان کرداروں کو کسی مخصوص مذہب کی پیروی یا عکاسی

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

کرتے نہیں دکھایا گیا۔رحمٰن عباس نے زندیق کو مذہب سے الگ کر کے متعدد کرداروں کو سیکولر پہچان دینے کی کوشش بھی کی ہے اور وہ خود ہندتوا کی آئیڈیولوجی کے بھی زیرِاثر دکھائی پڑتے ہیں۔مذکورہ ناول کا یہ پہلو نہایت کمزور نوعیت کی غمازی کرتا ہے جو کہ ناول کے فن کے ساتھ بھی لگا نہیں کھاتا۔

اگر کرداروں سے ہٹ کر بات کی جائے تو ناول پر ایک مخصوص مذہب کی چھاپ اور غلبہ دکھائی پڑتا ہے۔اس ناول کے عقب میں کشمیر کے تنازع، جہاد اور اس کے اسباب بھی کارفرما ہیں، لیکن اُن اسباب کا جھکاؤ بھی ہندتوا آئیڈیولوجی کے ساتھ میل کھاتا ہے۔ثناء اللہ جب فوجی بنتا ہے تو اس کی پوسٹنگ کشمیر کے علاقے سری نگر میں ہوتی ہے۔سری نگر میں کشمیر ملیٹنٹ (اب یہ ناول نگار کے جھکاؤ کی واضح ترین شکل ہے کہ وہ یو۔این کی قرار دادوں کو بھی نظرانداز کر دیتے ہیں اور کشمیریوں کے ووٹ کے حق کو بھی نظرانداز کر دیتے ہیں)،اور اس ناول میں ایک ایجنڈے کے تحت جہادیوں کے نظریات اور خیالات کے بارے میں نکات کی صورت میں نہایت تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔اس سلسلے میں رحمٰن عباس نے **طلحہ السیف** نامی ایک مبلغ کی جہاد کے بارے میں بیانات کو تحریری صورت میں مسلمانوں کے منشور کے طور پر پیش کیا ہے۔غور طلب بات یہ ہے کہ جہاد کے جو نکات پیش کیے گئے ہیں۔ان میں سے چند تو نہایت اٹ پٹے معلوم ہوتے ہیں یا یوں کہیے کہ ایک عام فہم مسلمان بھی اس طرح کے نکات سے متفق نہیں دکھائی دے گا۔اس ضمن میں ایک اقتباس ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

> ''جہاد تم پر واجب ہے ہر امیر کے ساتھ وہ نیک ہو یا فاسق۔نماز تم پر لازم ہے،ہر مسلمان کے پیچھے وہ نیک ہو یا فاسق۔اگرچہ کبائر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔۔۔اسی طرح کفار کو اسلام میں داخلے یا جزیہ دے کر رہنے کی دعوت حتی الامکان ترک نہ کرے اور اگر کفار مسلمانوں سے کہیں کہ ہم سے اس بات کا معاہدہ کرو کہ ہم اور تم آپس میں قتال نہ کریں تو مسلمانوں کے لیے یہ معاہدہ کر لینا درست نہیں کیوں کہ اللہ کا فرمان ہے اور کمزور نہ پڑو نہ ہی غم کرو تم ہی غالب رہو گے۔''(۱۸)

اسی طرح ایک مقام پر علامہ اقبال کا ذکر کرتے ہوئے غازی علم دین شہید کو' **دہشت پسند علم دین** 'کہا گیا ہے۔(۱۹)

اسی طرح غزوۂ بدر کی وجہ رحمٰن عباس نے ابوسفیان کے قافلے پر مسلمانوں کے حملے کو ٹھہرایا اور تحریر کیا ہے نہ کہ ابوجہل کے لشکر سے دفاع کرنا۔(۲۰)

اس طرح کے نظریہ پر اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ رحمٰن عباس نے دورِ حاضر کے ایک مبلغ کے نکات کو اپنے ناول میں جگہ دے کر اتنی بڑی

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

ذمہ داری قبول کی ہے اوران عوامل کی تحقیق کرنے کی بھی ضرورت گوارا نہیں کی۔

ناول میں ظاہری طور پر ہندوتوا تنظیم اور ہندوراشٹر سینا کے جبر کی داستان کو مخفی رکھا گیا ہے، لیکن بین السطور مفاہیم کے تئیں ناول کا مرکزی کردار ثناءاللہ ہندوراشٹر سینا کے نظریہ سے اختلاف کرتا نظر نہیں آتا،البتہ لفظ جہاد کو ناول نگار نازی ازم کے ساتھ جوڑ کر دیکھنے اور دکھانے کی کوشش ضرور کرتا ہے، لیکن آر ایس ایس کے طریقۂ واردات کے بارے میں کوئی بات نہیں کرتا۔ آر ایس ایس کی بابت ناول نگار نے کوئی کردار یا صورتِ حال نہیں تراشی ،اس طرح کے وسیع کینوس کے حامل ناول میں انڈین اکثریتی غلبے کی متعدد شکلوں کو پورٹرے کیا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ استحقاق ناول ہی کا ہے ۔یہ کہا جاسکتا ہے کہ رحمٰن عباس نے کسی نفسیاتی دباؤ یا خوف کے باعث اپنے آپ کو بھی بچانے کی سعی کی ہے، یعنی ہندوراشٹر سینا چوں کہ ایک ہندتوا کا ایجنڈا چلانے والی سینا بھی ہے اور اس کا خوف بھی اپنی جگہ معنی خیز حد تک پوری دُنیا کی نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ لٰہذا رحمٰن عباس نے آر ایس ایس کے مخفی اور عیاں کردار سے دامن بچایا ہے۔ ناولسٹ نے براہ راست ہندوؤں کی کسی سیاسی جماعت کی حمایت نہیں کی البتہ ہندتوا کے نظریات کو کنائے اور اشارے کے ساتھ موضوع بنانے کی سعی ضرور کی ہے۔ جہاں ہندوتوا آئیڈیولوجی اور اس کے بیانیے کے پرچار کی وہ ضرورت محسوس کرتے ہیں تو وہ ایک رپورٹر کی طرح مخفی انداز میں اسے فیچر کردیتا ہے اور کسی قسم کا کوئی expression نہیں دیتا۔

جب کہ رحمٰن عباس کا تراشا ہوا ایک کردار ثناءاللہ کشمیریوں کی آزادی کی سوچ اور نظریے کے خلاف کھل کر اظہارِ خیال کرتا ہے اور ان کے خلاف کھلم کھلا اعلانِ بغاوت بھی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ کشمیریوں کی آزادی کے خلاف مذکور فوجی کردار نے ایک کتاب بھی حوالۂ قلم کی ہے " برصغیر میں جہاد:تاریخ،حال، مستقبل"۔(۲۱)

اس کے علاوہ جہاد پر جو رپورٹ وہ اپنے سینیئرز کو پیش کرتا ہے۔اس میں جہاد کے متعلق نہایت ہی عجیب وغریب معاملات کو ڈسکس کیا گیا ہے۔

رحمٰن عباس کے باقی ناولوں کی طرح زیرِ نظر ناول پر بھی فحاشی کا الزام لگا ہے۔ رحمٰن عباس کا دعویٰ ہے کہ ان کی تحریروں پر منٹو اور عصمت چغتائی کا رنگ غالب ہے، جس کی بابت انھیں ویسی ہی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسی منٹو کو برداشت کرنی پڑی تھی۔ منٹو کی تحریروں میں تلذز کا عنصر کم اور نفرت کا عنصر زیادہ نظر آتا ہے۔ منٹو کی تحریروں کو پڑھنے کے بعد کسی شخص پر ہیجان کی سی کیفیت طاری نہیں ہوتی،البتہ رحمٰن عباس کے تحریروں میں ہیجان جنس کے کھوکھلے پن کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، لیکن منٹو کی صورتِ حال بالکل اور طرح کی ہے۔اُن کی تحریروں میں جنسی جذبات برانگیختہ نہیں

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

ہوتے۔ منٹو کے زیر دست کرداروں کے ساتھ قاری کے دل میں ایک ہمدردی کا عنصر ضرور پیدا ہوتا ہے جب کہ رحمٰن عباس اپنے آپ کو دور حاضر کا منٹو تصور کرنے سے بھی نہیں چُوکتے اور پھر یہ کہ جو فحش نگاری رحمٰن عباس کے ناول ''زندیق'' میں ملتی ہے۔اس میں کہیں بھی خوف کی کیفیت نظر نہیں آتی۔وہ عورتوں کے مخصوص اعضا کو بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے اور مکمل ناموں کے ساتھ رال ٹپکاتے ہوئے پکارتا ہے، جسے پڑھ کر جنس کی اصلیت کے بارے میں کم اور رحمٰن عباس کے بارے میں تنفر کا عنصر زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر پرسنا کی سوانح عمری کا عنوان اس قدر معیوب ہے کہ اسے سوچتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ جس طرح منٹو نے جنس کی ڈپکشن کی ہے۔ بلاشبہ رحمٰن عباس اس کی قدروں کو چھونے میں ناکام رہا ہے۔ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ ثناءاللہ کو چھوڑ کر تمام مرد کردار نیک سیرت ہیں شاید ثناءاللہ دور حاضر کا نہایت خُوب رُو رہا ہوگا جسے دیکھتے ہی عورتوں نے اپنے ہاتھوں اپنی ہی آبروریزی کو سوچنا شروع کر دیا۔اس ضمن میں ایک نہایت قابل اعتراض نقطہ ایک عنوان ہے جو پہلی کتاب ،''آخری تہذیب'' میں نظر آتا ہے ۔**"ہزاروں راتوں سے افضل ایک رات"** ناول میں یہ وہ رات ہے۔جب ثناءاللہ پہلی مرتبہ 65 سالہ معمر خاتون پرسنا کے ساتھ جنس کے عمل سے متعارف ہوتا ہے۔تو یہ ایک نہایت قابل اعتراض اور فحش عنوان کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ یہ قران مجید کی ایک آیت کا ترجمہ ہے۔ جس کے مطابق شب قدر کی ایک رات ہزار راتوں سے افضل ہے۔ مسلم عقائد کے مطابق یہ وہ رات ہے جس میں مسلمانوں کی عبادات قبول کی جاتی ہیں اور اللہ اہلِ اسلام کی دعاؤں کو رد نہیں کرتا۔رحمٰن عباس نے ایک ناجائز عمل کی تکمیل کے طور پر اس عنوان کو منتخب کیا ہے جو نہایت نازیبا اور کریہہ فعل ہے۔(۲۲)

رحمٰن عباس نے اپنی فحش نگاری کو صرف واقعات اور کرداروں تک ہی محیط نہیں رکھا، بلکہ قدیم دیومالائی ہندو قصوں اور مسلمانوں کی قصص الانبیا میں سے چن چن کر اور کرید کرید کر ایسے واقعات نکالے ہیں جو جنس کو پروموٹ کرتے ہیں۔نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ کچھ کرداروں کو تو صرف اسی لیے متعارف کروایا گیا ہے تاکہ ان سے جنسی افعال سرزد کروائے جاسکیں۔ مثال کے طور پر مقبول بٹ کے گھر میں کام کرنے والی کا کردار ۔۔۔۔نہایت ہی اہم مگر کمزور ترین بادوشا کا کردار۔۔۔۔اور سب سے زیادہ بدبودار اور قابلِ نفرت انبا کا کردار جسے ہر صورت میں ایک ہی چیز سے سروکار ہے۔ موبائل پر ثناءاللہ سے فحش گفتگو ہو یا اس کے ساتھ شادی شدہ ہونے کے باوجود غیر اخلاقی مراسم قائم رکھنا۔انتہائی کریہہ اور مجرمانہ فعل ہے۔اس طرح کے تمام اعمال وافعال کہیں سے بھی ناول کو اخلاقی سپورٹ فراہم نہیں کرتے بلکہ انتہائی غیر ضروری نوعیت کے حامل محسوس ہوتے ہیں۔

ناول کی ایک دلچسپ کتھا شیخ الفانوسی کی کتاب ایک سسپنس کا element لیے ہوئے تمام ناول پر حاوی رہتی ہے۔رحمٰن عباس نے کہانی

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

کے پہلے باب میں اس کا ذکر کیا ہے اور اور اس کتاب کا نام "زندیق اور آخری تہذیب" بتایا ہے۔(۲۳)

اس کتاب کا پس منظر یہ ہے کہ ثناءاللہ کی منظورِ نظر عارفہ کے دادا شیخ الفانوسی نے دعویٰ کیا کہ ایک غیبی مخلوق اُن کے پاس آتی ہے اور انھیں کائنات کے راز بتاتی ہے جسے انھوں نے کتاب کی صورت میں محفوظ کر لیا ہے۔ تمام ناول میں اس کتاب کا کافی ڈھنڈورا پیٹا گیا ہے مگر جیسا کہ مشہور ہے کہ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا۔ تو یہاں بھی کچھ ایسا ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ یوں کہنا بجا ہے کہ جو چوہا بر آمد ہوا وہ بھی نیم مردہ حالت میں تھا۔ تمام ناول میں ثناءاللہ اس کتاب کے سحر میں مبتلا نظر آتا ہے۔ یہ کتاب سنسکرت سے انگریزی میں ترجمہ کرواتا ہے۔ پھر اس کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کتاب کے مطالعے کے دوران میں متعدد دینی کتب کا بھی مطالعہ کرتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جو کتاب شیخ الفانوسی کو ہامہ بن ہیل بن القیس بن ابلیس نامی بزرگ جن نے لکھوائی تھی۔ اس کے اہم نکات کا حوالہ مصنف نے ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریروں سے من و عن نقل کیا ہے۔ پھر اس کتاب کی بابت مصنف پوری مافوق الفطرت نوعیت کی حامل ایک فضا تشکیل دیتا ہے۔ اس کے الہامی ہونے کے ثبوت اکٹھا کرتا ہے۔ پھر ناول کے آخر میں کہ جب اس کی بابت اپنے ساتھیوں کو بتاتا ہے تو اسے یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ جس آخری جنگ کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے، وہ فارسی روایات کے مطابق 'دریائے اٹک' کے قریب ظہور پذیر ہو گی ۔۔۔ مگر فارسی میں 'ٹ' لفظ استعمال نہیں ہوتا، اس وجہ سے اس کتاب کی صحت مشکوک ہو گئی ہے۔(۲۴)

مزید ایک اور شگوفہ یہ چھوڑا گیا کہ شیخ الفانوسی نے یہ کتاب حشیش کے نشے میں لکھی تھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس نے اپنے حافظہ میں محفوظ کتابوں کو من و عن لکھ دیا ہو اور ساتھ ہی نشے کی حالت میں اسے اپنے تخیل کے ایک جن سے منسوب کر دیا۔ یہ ایک نہایت مضحکہ خیز خلاصہ ہے جو زیرِ نظر ناول کے قاری کو بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا کر کے کہیں دور لے جاتا ہے۔

اب ایک اور قیاس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کتاب کے آخر میں الفانوسی کی کتاب دراصل زندیق ناول کو ہی قرار دیا گیا ہو۔ قیاس کر لیتے ہیں کہ مصنف کو اس خیال کی آمد ہوئی ہو گی کہ شاید زندیق اتنی اعلیٰ سطح کی پیچیدہ اور نفسیاتی تخلیق ہے کہ عام قاری اسے سمجھنے سے یکسر قاصر رہے گا۔ اسی وجہ سے انھوں نے الفانوسی کی کتاب کا مرکزی خیال بیان کرتے ہوئے۔ زندیق کا مرکزی خیال پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ ثناءاللہ کے نزدیک الفانوسی کی کتاب میں غزوۂ ہند کا اشارہ ملتا ہے۔ زندیق کے آخری الفاظ بھی یہی ہیں:

"اور جنگ شروع ہو گئی"۔(۲۵)

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

ناول کا ایک بڑا حصہ خوابوں کی فضا سے کشید کیا گیا ہے۔ان خوابوں میں ناول نگار نے دیو ملائی واقعات، قدیم اساطیری کہانیوں کو زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ناول میں خوابوں کے ذریعے ہندو دیو ملائی قصے، مسلمانوں کے قرآنی قصے نیز بنی اسرائیلی روایات کو بیان کیا ہے۔یہ خواب نہایت پیچیدہ اور الجھا دینے والے ہیں۔کچھ خوابوں میں تو ثناءاللہ نے خود کو کسی دیو کی صورت میں دیکھا۔کسی خواب میں خود کو اصحابِ کہف کے کتے کے طور پر دیکھا۔کوئی خواب حضرت داؤدؑ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔کوئی خواب حضرت عزیرؑ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔کوئی خواب شوا اور موہنی کے رشتے پر اشارہ کرتا ہے تو کوئی خواب اسے ہامہ بن ہیم نامی کسی جن سے ہم کلام کروا دیتا ہے۔ناول کے آخر میں ان خوابوں کی حقیقت کے بارے میں جو فلسفہ رحمن عباس نے پیش کیا ہے، اُسے موزوں بھی کہا جا سکتا ہے۔جب انجلی ثناءاللہ کو اپنا خواب سناتی ہے جس میں وہ دنیا کو مٹتے دیکھتی ہے اور عجیب و غریب سے مافوق الفطرت عناصر کو دیکھتی ہے تو ثنااللہ اسے خوابوں کی حقیقت بتاتا ہے:

> ”آدمی کی تہذیبی تاریخ کا دار و مدار خواب ہے۔آدمی کی ذہنی، مذہبی، تمدنی، سیاسی، فکری اور جنسی زندگی کی کشمکش کا سبب خواب ہے۔اگر کوئی شے اس کرۂ ارض پر ایسی ہے جو خالص آدمی کی اپنی ہے تو یہ اس کے خواب ہیں۔خواب مذاہب کی ماں ہے۔خواب ارتقا کی کنجی ہیں۔خواب عدم اور وجود کے درمیان پل صراط ہیں۔۔۔۔وہ خواب اس بات کا استعارہ ہے کہ کائنات ایک بھنور ہے۔اس میں ہر شے کسی اور کی مرضی سے گردش کر رہی ہے۔اس گردش کی ابتدا، رفتار، مراحل اور انجام سب کچھ مقرر ہے۔داؤدؑ کے خواب، ابراہیمؑ کے خواب، موسیٰؑ کے خواب، عیسیٰؑ کے خواب، دانیال کے خواب، فرعون کے خواب، اسحاق کے خواب، سلیمان کے خواب وغیرہ“۔(۲۶)

محولہ بالا اقتباس سے مصنف کی مطمحِ نظر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب بار بار کسی مافوق الفطرت خواب کا ذکر کیا جائے۔اس کی وجہ ظاہر ہوتی ہے کہ مصنف نے ارادی طور پر ان خوابوں کا ذکر کیا ہے۔ان خوابوں کے ذریعے ناول نگار نے قارئین کو دیومالائی قصوں اور واقعات کے ساتھ مربوط کرنا چاہا ہے۔ایک قیاس یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ شاید مصنف کی منشا خواب کی کیفیت کے ذریعے قدیم اساطیری واقعات کو ناول کا حصہ بنا کر اپنی کتاب زندیق کو بائیبل کے پیٹرن پر لکھنے کی سعی ہو۔

جس طرح مقدس صحیفوں کا اپنا ایک اُسلوب ہے اور پھر یہ کہ جس طرح رامائن، مہابھارت، اُپنیشدوں اور ویدوں کا اپنا ایک اُسلوب ہے اور پھر مافوق الفطرت کرداروں کے ذریعے ایک نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے یا پھر کوئی آئیڈیولوجی یا کسی بیانیے کی تشکیل ہوتی ہے۔کم و بیش اسی انداز میں رحمٰن

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

عباس نے بھی خوابوں کا راستہ اپناتے ہوئے، ان واقعات کو حقیقت کے ساتھ مربوط کرنے کی راہ اختیار کی ہے۔ یہ رحمٰن عباس کا آرٹ بھی کہا جا سکتا ہے اور اسے رحمٰن عباس کے اُسلوب کا تخصص بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس بات کی دلیل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ صاحبِ زندیق اپنے ناول کے آخر میں اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ کائنات میں جتنی بھی چیزیں وقوع پذیر ہوئی ہیں۔ ان کے عقب میں خوابوں ہی کی کارفرمائی ہے۔ چاہے وہ ابراہیمؑ کا اسماعیلؑ کو ذبح گاہ تک لے جانا مقصود ہو یا یوسفؑ کا اپنے بھائیوں کو سجدہ کرتے دیکھنا یا حضرت نوح کا آمدِ طوفان سے پہلے باخبر ہو جانا یا اصحابِ کہف کا محوِ خواب ہونا یا تاریخ میں پائے جانے والے منفی کردار جیسے فرعون و نمرود کے خواب جیسے دیو اور اسوروں کا خواب۔۔۔ یہ تمام خواب صاحبِ زندیق کے نزدیک حقیقت میں آنے والے واقعات اور حادثات کی گواہی دیتے ہیں۔ اس وجہ سے بھی کہا جائے گا کہ صاحبِ زندیق نے خوابوں کو اہمیت دی ہے یا شاید اپنی کتاب کو جادوئی کیف و سرور بخشنے کے لیے مصنف نے خوابوں کا سہارا لیا ہے۔ اس نے حقیقت میں تخیل کی آمیزش اور ناول کی حقیقی فضا میں داستان کی ماورائی فضا کو شامل کرنے کی بھی سعی کی ہے۔ اس طرح اس نے اپنی کتاب کو اور اپنے طرزِ نگارش کو بائبل کے اُسلوب کے قریب لے جانے کی کوشش کی ہے۔

ناول کا ایک اور اہم جز میراجی ہے۔ اب یہ بات تحقیق طلب ہے کہ میراجی۔۔۔ آیا ثناء اللہ کی والدہ ایلا کے پسندیدہ شاعر تھے۔ جس کی وجہ سے انھوں نے اپنے بیٹے کا نام میراجی کے اصل نام پر رکھا یا پھر مصنف خود میراجی کا دلدادہ ہے۔ ناول میں میراجی کی کم و بیش 12 نظموں کا ذکر آیا ہے۔ ایک نظم 'سمندر کا بلاوا' تو باقاعدہ ثناء اللہ اور شہناز پر فلمائی گئی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رحمٰن عباس نے اپنی آئیڈیولوجی کو بیان کرنے کے لیے میراجی کی نظموں کا سہارا لیا ہے۔ حال آں کہ جتنی آئیڈیولوجی کو اس ناول میں پیش کیا گیا ہے۔ ہر بار کہانی کا ہیرو ایک طویل pause میں چلا جاتا ہے اور اس ماورائی دنیا میں پہنچ کر ثناء اللہ ایک ماہر فلسفی بن جاتا ہے۔ ایسا محسوس تو نہیں ہوتا کہ اسے میراجی کے سہارے کی ضرورت پڑے گی۔ ہاں! ایسا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ مصنف نے اپنے ذوق و شوق کی تسکین کے لیے اور صرف اس لیے کہ اتنا ضخیم ناول پڑھ کر قاری اُکتاہٹ کا شکار نہ ہو جائے میراجی کی نظموں کا مصالحہ ڈالا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ قاری کی ذہنی تسکین کے لیے چند مزید کتب اور فلموں کی کہانیاں بھی اس ناول میں کہیں کہیں ملتی ہیں۔ جہاں ناول کی کہانی کمزور پڑتی دکھائی دیتی ہے۔ کہانی کا مرکزی ہیرو حقیقی ہیرو بن کر کسی نظم یا گیت یا فلمی سین کو یاد کر لیتا ہے اور ناول کی ڈوبتی ناؤ کو تھام لیتا ہے۔

ناول میں استعمال ہونے والی مختلف تکنیکوں کا ذکر کیا جائے تو ان میں تلمیح کا ذکر کرنا بڑی حد تک ضروری ہے۔ جیسا کہ خوابوں کے ذریعے اس ناول میں جابجا متعدد تلمیحات دیکھنے کو ملتی ہیں یا پھر ناول میں تمثیلی پیرایۂ اظہار۔ ان تلمیحات میں جو نمایاں ہیں ان میں غزوۂ ہند کی تلمیح استعمال کی گئی ہے۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

یہاں کشمیر کے مسئلہ اور غزوۂ ہند کو خلط ملط کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ اصحابِ کہف کی تلمیح استعمال کی گئی ہے۔اسلامی تاریخی واقعات کے اپنے حساب سے حوالے دیے گئے ہیں اور اپنی مخصوص آئیڈیولوجی کی سپورٹ کرنے کے لیے اُن واقعات کو اپنے بیانیہ کی تقویت کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ ہندو قدیم اساطیری کہانیوں کو جن میں شوا اور شکتی کی کہانیاں، موہنی کی تلمیح، کرشنا کی، راجہ اِل کی تلمیح، الوحی مذاہب میں سے حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت عزیرؑ کی تلمیح وغیرہ۔اسی طرح مہابھارت اور راون کا قصہ نیز بے شمار تلمیحی واقعات کے ذریعے اپنے فن کا اظہار کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ ناول میں نوسٹیلجیا کی تکنیک بھی بروئے کار لائی گئی ہے۔ کردار گفتگو کرتے کرتے دور کسی اور کہانی کی طرف نکل جاتے ہیں۔ اس کی مثال تو یہ ہے کہ جس وقت کیڈٹ پاسنگ آؤٹ پریڈ ہو رہی ہوتی ہے تو ایلا، ثناءاللہ کے بچپن میں کھو جاتی ہے۔

اسی طرح جب ثناءاللہ اپنی ماں کے مرنے کے کئی برسوں بعد اپنے پرانے گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کی ماں کے کھلکھلاتے قہقہے کے اس کے کانوں میں گونجنے لگتے ہیں اور وہ ماضی میں کھو جاتا ہے۔(۲۷)

ناول میں منظر نگاری سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ مناظر اتنے بہترین طریقے سے بیان نہیں کیے گئے، انھیں صرف ذیلی سہارے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کرداروں کے جذبات کو بیان کرنے کے لیے مناظر کا استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا کھلا کھلا اظہار ہمیں بادو شا اور برف باری کے باب میں ملتا ہے۔ مناظر کو مزید بہتر بنایا جا سکتا تھا مگر مصنف کی توجہ اس طرف کم ہی رہی ہے۔

کہانی میں الفاظ کی تکرار اور کسی لفظ کو کئی صفحات میں بار بار گھسیٹنا کہانی کے مہتاب کو کہیں نہ کہیں گہنا دیتا ہے۔اس ضمن میں ایک اقتباس ملاحظہ کیا جا سکتا ہے :

> ”یہاں وہ باتیں کر رہے تھے وہاں لائن آف کنٹرول پر کوئی رٹہ سیکٹر پر بلا اشتعال، اشتعال انگیزی کے جواب میں فائرنگ اور گولا باری کا سلسلہ جاری تھا۔ دونوں طرف کے میڈیا کا کہنا تھا کہ ہم پر بلا اشتعال گولا باری ہو رہی ہے، جس کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے ہم نے دشمن کی پوسٹوں کو نشانہ بنایا ہے“۔(۲۸)

مندرجہ بالا اقتباس میں ’ اشتعال‘ لفظ نہایت اشتعال دلاتا ہے۔اسی طرح کسی خواب کے بارے میں صاحبِ زندیق لکھتے ہیں: یہ خواب ہے۔ یہ وہ خواب ہے جو خواب ہونا تھا۔ وہ خواب نہیں ہے۔ یہ خواب کیوں ہے؟ یہ خواب کیوں نہیں ہے؟ وہ خواب کا لفظ اتنا گھسیٹتے ہیں کہ خواب ابہام کا شکار

ہو جاتے ہیں:

> انگریزی کا غیر ضروری استعمال بھی بہت زیادہ ملتا ہے۔ بلاشبہ یہ کہانی مستقبل کے طور پر عبارت ہے، لیکن جن الفاظ کو انگریزی میں لکھا جا سکتا ہے انھیں اردو میں لکھنے کی حجت کیوں؟۔ پھر ایسا بھی نہیں کہ تمام الفاظ انگریزی کے اردو میں لکھے گئے ہیں۔ کچھ الفاظ من و عن انگریزی میں جملوں کی صورت میں لکھ دیے گئے ہیں، لیکن کچھ الفاظ یا جملے اردو رسم الخط میں لکھے تو گئے ہیں مگر جملے انگریزی کے ہیں۔ یہاں پر مصنف کی تخلیقی صلاحیت پر تھوڑا سا شبہ ضرور ہوتا ہے۔ بہر حال ہم یہی کہہ سکتے ہیں اردو ایک وسیع زبان ہے۔اس کے مہاساگر میں جو آیا وہ بہہ گیا۔

رحمٰن عباس نے اپنے ناول میں فکشن اور نان فکشن کو یکجا کرنے کی بھی سعی کی ہے، جن پولیٹیکل جماعتوں کا رحمٰن عباس نے اپنے ناول زندیق میں ذکر کیا ہے۔ وہ حقیقت میں بھی موجود ہیں اور ان کے عقائد اور نظریات کو من و عن بغیر کسی تبدیلی کے بیان کر دیا گیا ہے جب کہ جہاد کے باب میں کچھ تحریریں تحقیق طلب ضرور ہیں۔اس طرح کچھ ریفرنسز میں بھی تسامح کا امکان ہے۔ ناول مستقبل قریب کی صورتِ حال پر فوکس کیے ہوئے ہے جس میں کشمیر کے تنازع سے لے کر پاکستان اور بھارت حالتِ جنگ میں ہی ہیں، جسے نیو نارمل بھی کہا جا رہا ہے۔اس ناول میں بعض حقائق کو مسخ بھی کیا گیا ہے اور زیرِ نظر ناول میں کہانی لکھنے کا ایک ایسا اُسلوب سامنے آیا ہے جو پوسٹ موڈرن ناولوں کا اُسلوب کہا جائے تو کچھ غلط نہیں ہو گا۔ اِس اُسلوب کے حامل ناول خاص طور سے روسی اور یورپ کی متعدد دیگر زبانوں میں لکھے جا چکے ہیں، زمان و مکاں کے اعتبار سے جن کا کینوس کافی پھیلا ہوا ہے۔ رحمٰن عبّاس نے اپنی کتاب ''زِندیق'' کے پروٹیگنسٹ ثناءاللہ کے ذریعے ہندوتوا والوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ایک تو ہندوستان کی فوج کا حصہ ہو کر بھی ہندوستان کے ساتھ وفادار ہیں، لیکن (ہندوستان کے مسلمان)، جن ہندوتوا والوں کو وہ اپنی وفاداری کا یقین دلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ہندوستان میں آباد اور مقیم مسلمانوں کی وفاداری کا یقین کرنے والے نہیں اور نہ ہی ہندوتوا والے ہندوستان کے مسلمانوں کو کبھی اپنا مانیں گے۔ سلمان خورشید، اسدالدین اویسی، سرفراز احمد اور رحمٰن عبّاس جیسی اشرافیہ تو یہ بیانیہ تشکیل دیتی ہی رہتی ہے کہ ہندوستان میں مقیم ہندوستانی مسلمان ایک تو خوش حال ہیں اور دوسرے محفوظ اور پُر مسرت زندگی جی رہے ہیں اور وہ مسلمان جنھیں بی جے پی والے ٹوپیوں اور پہناوے سے پہچان لیتے ہیں! اور وہ مسلمان جنھیں آر ایس ایس کے لوگ ہجومی تشدد کر کے مار ڈالتے ہیں! اور وہ مسلمان نوجوان جن سے ہندوتوا والے ہندو مذہبی نعرے لگانے کے لیے کہتے ہیں اور پھر اُنھیں ہجومی تشدد کر کے مار دیا جاتا ہے اور وہ ہندوستانی مسلمان جنھیں پنکچر لگانے والوں کے خطاب سے سرفراز کیا

جاتا ہے اور یو۔پی کے وہ مسلمان جن کے گھروں یوگی سرکار آئے روز بلڈوز کرتی رہتی ہے اور وہ ہندوستانی مسلمان جو ہندوستان کے ہندوتوا والوں سے اپنی جان بچا کر امریکہ اور یورپین ممالک میں جا بسے ہیں! ایسے تمام سوالات ابھی تک اپنے منطقی اور حقیقی جوابات کی راہ تک رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ رحمٰن عبّاس کے پاس نہ تو وہ دلیری ہے اور نہ وہ بے خوفی ہے جو ایک سچے ادیب اور قلم کار کے پاس ہوتی ہے۔ رحمٰن عبّاس اپنی کتاب ''زِندیق'' میں پاکستان اور پاکستانی اداروں کے خلاف وہ بیانیہ احاطۂ تحریر میں ضرور لائے ہیں جو بیانیہ آر ایس ایس اور بی جے پی کا ہندوتوا والا تشکیل کنندہ بیانیہ ہے۔ رحمٰن عبّاس نے پاکستانی اداروں کے خلاف ایک پروپیگنڈا پر مبنی بیانیہ تشکیل دیا ہے جو حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ رحمٰن عبّاس نے یہ زحمت ہی گوارا نہیں کی پاکستان میں ''زِندیق'' کی اشاعت تک کتنے عام بے گناہ شہریوں کو انڈین ایجنسیوں نے اپنے آلہ کار دہشت گردوں کے ذریعے موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔ رحمٰن عبّاس کو توفیق ہی نہیں ہوئی کہ وہ یہ جاننے کی کوشش کرتے کہ انڈیا اپنی پروکسیز کے ذریعے پاکستان میں کتنی دہشتگردی کروا چکا ہے اور کتنے معصوموں کی جان لے چکا ہے۔ رحمٰن عبّاس جیسے لکھنے والوں کا قلم امن کو مقدم جان کر سچ کیوں نہیں لکھ پاتا؟ یا سچ لکھنے کو اپنی اوّلین ترجیح کیوں نہیں بناتا؟ ظاہر ہے کہ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ رحمٰن عبّاس کی مجبوری ہے کہ وہ ہندوستان میں مقیم اور رہائش پذیر ہیں اور پھر ہندوتوا جیسی اکثریت کے تشکیل دیے گئے بیانیے کی ترویج اقلیّتوں کے غیر محفوظ رحمٰن عبّاس جیسے قلم کار، ناولسٹ نہیں کریں گے؟ تو کون کرے گا؟ اور پھر ایوارڈ، انعامات، سرکاری گرانٹس کیسے ملیں گی؟ اور ساہتیہ اکادمی جیسے ایوارڈ کیوں کر ہاتھ آئیں گے؟ اور پھر شہرت کی بلندیوں کو راتوں رات چُھونے کے خواب کی تکمیل کیسی ہوگی؟

رحمٰن عبّاس نے اپنی کتاب ''زِندیق'' میں بہت سارے ایسے ذرائع سے معلومات اخذ کی ہیں جو سطحی معلومات کے فوری ذرائع ہیں۔ ان کے پاس فرسٹ ہینڈ انفارمیشن کے ذرائع نہ ہونے کے برابر ہیں۔ پاکستان کے خلاف وہ جب بھی کوئی بیانیہ تشکیل دیتے ہیں تو وہ انتہائی سطحی معلومات کی بنیاد پر مبنی اور اُستوار کیا گیا ہوتا ہے اور مکمل طور پر فرضی اور من گھڑت ہوتا ہے۔ رحمٰن عبّاس نے اپنی کتاب ''زِندیق'' میں آر ایس ایس (ہندوتوا) کے ایک نہایت اہم سیوک 'سُبرامَنیَم سوامی' کے کردار کو فکشنلائز کیا ہے اور سُبرامَنیَم سوامی کو کبڑا سوامی لکھا ہے۔ 'سُبرامَنیَم سوامی' بی جے پی کا منسٹر بھی رہ چکا ہے، لیکن ''زِندیق'' کی اشاعت سے کچھ عرصہ پہلے ہی وہ بے وَقعت ہو کر رہ گیا تھا کیوں کہ بی جے پی میں اُس کی کوئی خاص حیثیت اور کوئی خاص مقام نہیں رہ گیا تھا، اگر یہ کہا جائے تو کچھ غلط نہیں ہوگا کہ بی جے پی کی ٹاپ لیڈرشپ نے سُبرامَنیَم سوامی کو بی جے پی سے سائیڈ لائن کر دیا ہے۔ رحمٰن عبّاس نے فرضی اور فکشن میں تراشے ہوئے کردار 'سُبرامَنیَم سوامی' کے بارے میں تو کھل کر لکھتے ہیں، لیکن یو۔پی کے سوامی یوگی کا کہیں ذکر تک نہیں

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

کرتے؟آخر ایسا کیوں؟اِس سوال کا جواب عصرِ حاضر کا ایک عام قاری بھی نہایت سہولت کے ساتھ دے سکتا ہے۔رحمٰن عبّاس کا تراشا ہوا ایک فرضی حقیقی کردار 'سُبرا منئیم سوامی' جسے وہ کبرڑاسوامی لکھتے ہیں،اور اقلیتوں کے جہانِ آرزو کو کسی حد تک پورٹرے کرنے کی کچھ اِس انداز سے کوشش کرتے ہیں:

"پارلیمانی کبرڑاسوامی نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ تمام انسان مساوی نہیں ہیں اور مسلمان تو برابری کے کسی زُمرے میں نہیں آتے۔اس بیان پر بین الاقوامی سطح پر مذمت ہوئی، تجزیہ نگار اس بیان کو نازی ازم سے جوڑ کر دیکھنے لگے۔بعض لوگوں نے یہ سوال کیا کہ اگر مسلمانوں کے تعلق سے بھارت کے سیاست دانوں کا یہ خیال ہے اور حکومت ایسے بیانات کی مذمت سے گریز کرتی ہے تو پھر یہی حکومت مسلم ممالک میں کیوں انسانی بنیادوں پر سرگرم رول ادا کرنا چاہتی ہے؟۔"(۲۹)

رحمٰن عبّاس یہ جانتے ہیں کہ **'سُبرا منئیم سوامی'** کا تعلق آر ایس ایس یعنی ہندوتوا برہمن واد کے ساتھ کتنا موئثر اور کتنا مضبوط و مستحکم نوعیت کا ہے؟وہ ایک فرضی نام کے ساتھ 'سُبرا منئیم سوامی' کو کبرڑاسوامی لکھ کر اپنے مَن کی بھڑاس تو نکال رہے ہیں مگر آر ایس ایس یعنی ہندوتوا کی بڑے پیمانے پر وسیع برہمن واد پولیسی کو نہ تو چیلنج کر رہے ہیں اور نہ ہی ہندوتوا کی پولیسیوں کو ریڈیکیول کر رہے ہیں اور پھر رہی بی جے پی کی مسلمان ممالک میں انسانی سطح پر کوئی سرگرم رول ادا کرنے کی بات تو اِس کا ایک سادہ سا جواب تو یہ ہے کہ ہندوستان کو سالانہ بنیادوں پر دُنیا بھر کے مسلمان ممالک سے خطیر رقم جو اوورسیز انڈین کے زرِ مبادلہ کے طور پر میسّر آتی ہے۔اِس لیے بی جے پی والے، مسلمان ممالک میں عمومی طور پر اور گلف ممالک میں خاص طور سے اپنا ایک دِکھاوے کا سرگرم رول ادا کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ بی جے پی گلف ممالک یا خلیجی ممالک کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتی اور اُن خلیجی ممالک کے بھی ہندوستان کی سرکاروں کے ساتھ مراسم اور تعلقات مفادات ہی کے تو تعلقات اور مراسم ہیں۔وہ اِس طرح کہ اُن ممالک کے بہت بڑی رقم ہندوستان میں مختلف سیکٹرز میں انویسٹ کی ہوئی ہے۔

رحمٰن عبّاس نے ریاستِ پاکستان کے ایک سرکاری ادارے کے خلاف جس طرح سے Mala fide intention سے کام لیا ہے اور جان بُوجھ کر اپنے ایک ایجنڈے کی تشکیل کے لیے جو بیانیہ بنانے کی کوشش کی ہے، اُس کی ایک مثال قارئین ملاحظہ کر سکتے ہیں۔صاحبِ زِندیق "زِندیق" میں لکھتے ہیں:

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
July 16, 2025

> ”سرحد پر فائر نگ جاری تھی۔۔۔جمعہ کا دِن تھا۔پُلوامہ، گندر بل اور سری نگر میں فوجی گاڑیوں کوڈرون میزائل کے ذریعے نشانہ بنایا گیا۔اس کے فوراًبعد فوجیوں پر کشمیر میں جابجا حملے شروع ہوئے، کوئی شہر، کوئی قصبہ، کوئی گاؤں ایسا نہیں تھا، جہاں لوگ اپنے گھروں کے باہر سینہ سپر اور چاک گریباں نہیں تھے۔میڈیا میں بھارتی فوجی تجزیہ نگاروں کا دعویٰ تھا کہ یہ لیزر ڈرون ٹیکنالوجی پاکستانی فوج نے دہشت پسندوں تک پہنچائی ہوگی ورنہ جو حملہ ہوا ہے، وہ ممکن نہیں تھا۔اس حملے کی بازگشت سے ملک میں شدید احتجاج اور مسلمانوں کے خلاف تشدد پُھوٹ پڑا۔ سیکڑوں شہروں میں مسلمانوں کی املاک، مساجد اور آبادیوں کو نشانہ بنایا جانے لگا۔رات دس بجے تک پانچ ہزار سے زیادہ لوگوں کی ہلاکت کی اطلاع تھی۔رات ایک بجے بھارتی فوج نے گلگت بلتستان اور پاکستان کے زیرِانتظام کشمیر میں موجود دہشت گردوں کے تربیتی مراکز پر حملہ کر دیا،اور جنگ شروع ہوگئی۔“ (۳۰)

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کشمیر کی جو اپنی ایک آزاد ریاستی اور خود مختارانہ حیثیت تھی اور اُس حیثیت کو جس طریقے سے بی جے پی اور ہندوتوا والوں ختم کیا۔رحمٰن عبّاس اپنی کتاب میں کشمیر کی اس بنیادی حیثیت پر بھی کچھ نہ کچھ احاطۂ تحریر میں لے آتے۔اس پر تو ایک سطر تک نہیں لکھتے۔ وہ جو کشمیر کی ایک ریاستی خود مختاری کی حیثیت تھی،اُس کو ختم کیوں کیا گیا؟ ۳۷۰ کو کیوں ہٹایا گیا؟رحمٰن عبّاس اِس سوال کا جواب تو دے سکتے تھے مگر نہیں دیا۔کیا یہی ایک تخلیق کار، ایک ناول نگار کی علمی ایمان داری ہے؟اور پھر بغیر کسی ثبوت کے پاکستان پر ایک بھدا اِلزام دھر دینا! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ پھر ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی املاک کو تو ہندوتوا والوں نے مسمار کیا، تہ و بالا کیا، نشانہ بنایا کیا، اور بلڈوز کیا۔رحمٰن عبّاس تو وفادار ہندوستانی ہیں۔اِس کا الزام پاکستان پر کیوں دھر رہے ہیں؟اور پھر بغیر کسی ثبوت کے، بغیر کسی شہادت کے، انڈین فورسز کے پاکستان پر حملے کو احاطۂ تحریر میں لا رہے ہیں اور سیلیبریٹ بھی کر رہے ہیں بقولِ رحمٰن عبّاس کہ ”بھارتی فوج نے گلگت بلتستان اور پاکستان کے زیرِانتظام کشمیر میں موجود دہشت گردوں کے تربیتی مراکز پر حملہ کر دیا“۔(ص ۷۸۰)۔اور پھر ” لیزر ڈرون ٹیکنولوجی دہشت پسندوں تک پاکستانی فوج نے پہنچائی ہوگی۔“ رحمٰن عبّاس کو اِس طرح کی لائن لکھنے سے پیش تر تحقیق کرنا چاہیے تھی۔عالمی ایجنسیوں کے ساتھ مل کر تحقیق کرنا چاہیے تھی، لیکن انڈین میڈیا پر بیٹھے ہوئے چند لوگوں کے جھوٹے بیانیے پر ہی رحمٰن عبّاس اکتفا کر بیٹھتے ہیں اور اُس جھوٹے بیانیے کی تشکیل بھی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔اس طرح کے نقطۂ نظر کی ادب میں تو بالکل بھی گنجایش نہیں ہے کہ ایک ناول نگار ایک فرضی واقعہ یا ایک فرضی بات کو حقیقت بنا کر پیش کرے اور اُس کی تبلیغ کے لیے فتویٰ بازی سے بھی کام لے۔اب یہاں

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)

ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ رحمٰن عبّاس کس بنیاد پر پاکستان کی خود مختاری اور سالمیت پر حملہ کروا رہے ہیں؟ اور پھر پاکستان ایک آزاد ریاست ہے؟ رحمٰن عبّاس پاکستان کی سالمیت اور خود مختاری پر حملے کو اپنے ناول ''زِندیق'' میں کیسے سیلیبریٹ کر سکتے ہیں؟ ایک ایسا قلم کار جو اپنے قلم کے تقدس سے واقف ہو! کیا وہ ایسا کر سکتا ہے؟ اس کا سیدھا سادا جواب تو یہ ہے کہ ہر گز نہیں۔ ایسا کون لکھ سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ جو ایجنڈا رائٹر ہو اور کسی ذاتی مفاد کے تحت کوئی بھی ادبی فن پارا حوالۂ قلم کرنے کا دعوے دار ہو! رحمٰن عبّاس نے ''زِندیق'' میں پولیٹیکل آئیڈیولوجی کے بیانیے کو بھرپور طریقے سے تشکیل دینے کی کوشش کی ہے اور یہاں تو وہ کم از کم ایک سچے ادیب سے زیادہ ایجنڈا رائٹر، سیاسی سوچ کے مالک اور ہندوتوا کے آلہ کار کے طور پر اُبھر کر منصۂ شہود پر آئے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ڈاکٹر نبیل احمد نبیل۔مجید امجد ایک تجزیاتی مطالعہ اور دوسرے مضامین۔لاہور: ادارہ ادبیاتِ اُردو۔اشاعت اوّل ۲۰۱۴ء۔ص ۱۸۰۔

۲۔سیّد وقار عظیم۔داستان سے افسانے تک۔الوقار پبلی کیشنز: لاہور۔۱۹۹۸ء۔ص ۴۴۔

۳۔ابو سعید نورالدین۔تاریخ ادبیات اردو۔لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی۔ ۱۹۹۷ء۔ص ۲۳۔

۴۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی۔اُردو کی ادبی تاریخ کا خاکہ۔ کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ۔اشاعت اوّل ۱۹۶۲ء۔ص ۸۴۔

۵۔رحمٰن عبّاس۔زندیق۔لاہور: عکس پبلی کیشنز۔اشاعت اوّل ۲۰۲۲ء۔(فلیپ پر مصنف کے حوالے سے مختصر احوال کا اندراج کیا گیا ہے اور مذکورہ معلومات وہیں سے لی گئی ہیں۔)

۶۔رحمٰن عبّاس۔اکیسویں صدی میں اُردو ناول اور دیگر مضامین۔دہلی: عرشیہ پبلی کیشنز۔۲۰۱۶ء۔ص ۱۹۔

۷۔ایضاً۔ص ۲۱۔

۸۔ٹِم مارشَل۔پرِزنَرز آف جیو گرافی۔نیویارک: سِکِبنَر Scribner۔۲۰۱۵ء۔ص ۶۹۔

۹۔رحمٰن عبّاس۔زندیق۔لاہور: عکس پبلی کیشنز۔اشاعت اوّل ۲۰۲۲ء۔ص ۳۵۹۔

۱۰۔ایضاً، ص۔۳۶۰۔

۱۱۔ایضاً۔ص ۳۱۴۔

۱۲۔ایضاً۔ص ۳۲۴۔

۱۳۔ایضاً۔ص ۳۵۳۔

۱۴۔ایضاً۔ص ۳۶۶۔

۱۵۔ایضاً۔ص ۳۵۴۔

۱۶۔رحمٰن عبّاس۔اکیسویں صدی میں اُردو ناول اور دیگر مضامین۔دہلی: عرشیہ پبلی کیشنز۔۲۰۱۶ء۔ص ۲۳۔

۱۷۔رحمٰن عبّاس۔زندیق۔لاہور: عکس پبلی کیشنز۔اشاعت اوّل ۲۰۲۲ء۔ص ۳۱۴۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3(July-September, 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
July 16, 2025

۱۸۔ایضاً۔ص۳۱۵۔

۱۹۔رحمٰن عبّاس۔زندیق۔لاہور:عکس پبلی کیشنز۔اشاعت اوّل ۲۰۲۲ء۔ص۲۸۸۔

۲۰۔ایضاً۔ص۲۴۹۔

۲۱۔ایضاً۔ص۳۲۵۔

۲۲۔ایضاً۔ص۱۱۲۔

۲۳۔رحمٰن عبّاس۔زندیق۔لاہور:عکس پبلی کیشنز۔اشاعت اوّل ۲۰۲۲ء۔ص۳۸۰۔

۲۴۔ایضاً۔ص۳۷۹۔

۲۵۔ایضاً۔ص۳۸۰۔

۲۶۔رحمٰن عبّاس۔زندیق۔لاہور:عکس پبلی کیشنز۔اشاعت اوّل ۲۰۲۲ء۔ص۲۴۹۔

۲۷۔ایضاً۔ص۲۸۶۔

۲۸۔ایضاً۔ص۴۵۷۔

۲۹۔رحمٰن عبّاس۔زندیق۔لاہور:عکس پبلی کیشنز۔اشاعت اوّل ۲۰۲۲ء۔ص۶۲۷۔

۳۰۔رحمٰن عبّاس۔زندیق۔لاہور:عکس پبلی کیشنز۔اشاعت اوّل ۲۰۲۲ء۔ص۴۸۰۔